اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

﴿ بچوں کے لئے ﴾

از

الناشر:
نظارت نشر واشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان

نام کتاب	:	اسلام کی پانچویں کتاب
مصنف	:	چوہدری محمد شریف
طبع اول	:	1986ء
کمپوزڈ ایڈیشن باراول	:	2013ء
حالیہ اشاعت	:	2016ء
مقام اشاعت	:	قادیان
تعداد شاعت	:	1000
ناشر	:	نظارت نشر واشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان، ضلع گورداسپور، پنجاب 143516، انڈیا
مطبع	:	فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان

ISBN : 978-81-7912-364-5

Islam Ki Panchveen Kitab

by

Choudary Muhammad Shareef Maulvi Fazil

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

اسلام نام ہے اس دین کا اور اس طریقے پر زندگی گذارنے کا جو اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے اور جو قرآن شریف میں اور حدیث النبویؐ میں بتلایا گیا ہے اور حضور اکرمؐ نے اپنے عملی نمونہ سے ہمیں سکھایا ہے۔

دین کا سیکھنا اور اسلام کی ضروری باتوں کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ دینی علوم حاصل کرنے والوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ:

مَنۡ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا یُفَقِّہۡہُ فِی الدِّیۡنِ (بخاری)

جس کو اللہ تعالیٰ بھلائی اور ترقی دینا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔

پس بچپن سے ہی دین اسلام کو سیکھنے اور اس کی ضرورت اور بنیادی باتوں کے علم حاصل کرنے کا شوق دل میں پیدا ہونا چاہئے اور احکام اسلام کے مطابق اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی کوشش کرنے کی عادت بھی پیدا ہونی چاہئے۔ اور بچپن سے ہی بچوں میں دینی تعلیم، اللہ اور اسکے رسول کی محبت اور غیرت کو راسخ کرنا چاہئے۔

محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم نے بڑی خوش اسلوبی اور عمدہ وآسان پیرائے میں اسلام کی بنیادی مسائل اور احمدیت کی مختصر تاریخ پر مشتمل پانچ کتب ''اسلام کی پہلی تا پانچویں کتاب'' سلسلہ وار تصنیف فرمائی ہیں۔ یہ کتب جہاں بچوں کی دینی تعلیم کے لئے نہایت دلچسپ ہیں وہاں بڑی عمر کے احباب بھی اس سے ضرور استفادہ کر

سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور ان کی تصنیف کردہ ان کتب کی اشاعت کو ان کے لئے خَیْرَ مَا یَخْلُفُ الرَّجُلُ میں سے بنائے۔ آمین

محترم مولانا موصوف کی تصنیف کردہ اسلام کی پانچوں کتب پہلی بار ۱۹۸۶ء میں قادیان میں شائع ہوئی تھیں۔ اب کمپوزڈ ایڈیشن ۲۰۱۳ء میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت و منظوری سے من وعن شائع کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدنا حضور انور کے اعلیٰ توقعات کے مطابق نونہالان جماعت کی تعلیم و تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

حافظ مخدوم شریف

ناظر نشر و اشاعت قادیان

پیش لفظ طبع دوم

محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب سابق مبشر بلاد عربیہ وایڈیٹر رسالہ ''البشریٰ'' (فلسطین) کی سلسلہ وار تصنیف ''اسلام کی پہلی تا پانچویں کتاب'' احمدی بچّوں اور بچّیوں کی دینی وتربیتی ضروریات کو پورا کرنے کے اعتبار سے بفضلہٖ تعالیٰ بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ جماعت ہائے احمدیہ بھارت کی ضرورت کے پیش نظر اسے وقف جدید انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے دور حاضر کے تقاضوں اور معیار کے مطابق شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نونہالان احمدیت کو اس سے بیش از بیش استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ وسیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے حالات کا اضافہ خاکسار کے ذریعہ ہوا ہے۔

خاکسار

ملک صلاح الدین ایم اے

انچارج وقف جدید انجمن احمدیہ قادیان

۲۰ر نومبر ۱۹۸۶ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

نحمدہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلہ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عبدہ الْمَسِیح الموعُود

اسلام کی پانچویں کتاب

معاملات

ہر مسلمان کو چاہئیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندوں کے حقوق ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق (توحید پر ایمان ۔نماز۔ روزہ وغیرہ) کو عربی زبان میں ’’عبادات‘‘ کہتے ہیں۔اور اُس کے بندوں کے حقوق کو’’معاملات‘‘ کہتے ہیں۔ ہر مسلمان پر اِن ہر دو حقوق عبادات اور معاملات کا شریعت کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق بجالانا فرض اور واجب ہے۔ اگر کوئی شخص ان ہر دو حقوق کے بجالانے میں سُستی کرے گا تو وہ کامل مسلمان نہیں کہلاسکتا۔اور قیامت کے دن اُس سے مواخذہ ہوگا۔اور سزا کا مُستحق ہوگا۔اس لئے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ عبادات اور معاملات کے بجالانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔اور اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہ چھوڑے۔

عبادات کا بیان پہلی چار کتابوں میں ہو چکا ہے یہاں سے معاملات کا بیان شروع ہوتا ہے۔وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

نِکاح

نِکاح کرنا سُنّت ہے۔جو شخص نکاح کی طاقت رکھنے کے باوجود نِکاح نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکام کی نافرمانی کرتا ہے۔ کیونکہ آپؐ نے نکاح کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

نکاح کرنے سے علاوہ رشتہ داریاں بڑھنے کے انسان بہت سے گناہوں مثلاً بدنظری، زِنا اور بہت سی خطرناک بیماریوں سے بھی بچ جاتا ہے۔اور امن سے اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔لیکن اگر کسی شخص کے پاس نکاح کرنے کے لئے مال وغیرہ نہ ہو یا اسے کوئی رِشتہ دار نہ ملتا ہو تو اسے روزے رکھنے کا حکم ہے۔

نکاح کرتے وقت یہ بات خصوصًا مدّنظر رکھنے کا حُکم ہے کہ عورت علاوہ اور خوبیوں کے دِین دار، نیک اور پاک ضرور ہو۔اگر کوئی عورت نیک اور دیندار نہیں تو اُس کے ساتھ نکاح نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ پھر وہ فوائد حاصل نہ ہوسکیں گے جن کے لئے شریعت نے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔

نکاح کے اِنعقاد کے لئے چند شرطیں ہیں:-

اوّل :- مرد اور عورت سے دریافت کیا جائے کہ کیا وہ آپس میں نکاح کرنے پر رضامند ہیں۔اگر ہردو رضامند ہوں تو پھر نکاح کیا جائے اگر اُن میں

سے کوئی ایک بھی ناپسند کرے تو نکاح نہیں ہوسکتا۔

دوم :- عورت کی طرف سے اس کے ولی یعنی قریبی رشتہ دار مثلاً باپ یا بھائی کی منظوری بھی ضروری ہے۔ کیونکہ شریعت نے عورت کے لئے ایک ولی کا ہونا ضروری قرار دیا ہے اس لئے عورت کو بطور خود کسی سے نکاح کرنے کا حُکم نہیں جب تک کہ اس کا ولی نکاح کی منظوری نہ دے۔

سوم :- مہر[1] مقرر ہو۔ بغیر مہر کے نکاح نہیں ہوسکتا۔ شریعت نے مہر کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ مرد جس قدر اپنی حیثیت کے موافق دے سکتا ہو۔ اور باہم فریقین کی رضامندی سے طے ہو۔ اُسی قدر مہر مقرّر رہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص مہر تو زیادہ مقرر کر لیتا ہے۔ مگر اس کو ادا نہیں کرتا تو وہ گُنہ گار رہے۔

چہارم :- نکاح کا اعلان ہونا چاہیئے۔ اعلان جتنے زیادہ لوگوں میں کیا جائے اتنا ہی بہتر ہے کیونکہ خُفیہ نکاح کوئی نکاح نہیں۔

نکاح کے اعلان کا یہ طریق ہے کہ کسی مجلس میں جہاں چند لوگ (کم از کم دو

---

[1] مہر اُس مال کو کہتے ہیں جو عورت کو بطور جائداد نکاح کے وقت خاوند کی طرف سے دیا جاتا ہے یا دیا جانے کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

آدمی) جمع ہوں وہاں کوئی عالم مسنون طریق پر نکاح کا اعلان کرے۔یعنی پہلے خطبہ نکاح اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ط وَاَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ا ط وَاتَّقُوااللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوااتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ط وَاتَّقُوااللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ط یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوااتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْاقَوْلًا سَدِیْدًا ط یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ

ا (ترجمہ) سب تعریفوں کا مستحق چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے ہم اُس کی تعریف کرتے ہیں۔اور اُس سے مدد مانگتے ہیں۔اور اپنے گناہوں کی اُس سے بخشش چاہتے ہیں۔اور اُس پر ایمان لاتے ہیں۔اور اُس کی ذات پر توکّل کرتے ہیں۔اور اپنے شرور اور اپنی بداعمالیوں سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں۔(دیکھو!) جس کو خدا ہدایت دے تو اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے خدا گمراہ قرار دیدے۔تو اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔اشھد ان لا الہ الااللہ وحدہ لاشریك لہ و اشھد ان محمّدا عبدہ و رسولہ ۔اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم۔بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ط پڑھے پھراس کے بعد اعلان کرے کہ فلاں عورت کا نکاح فلاں مرد سے اتنے مہر پر ہونا قرار پایا ہے۔ پھران ہر دو سے دریافت کرے کہ کیا انہیں یہ نکاح منظور ہے؟ اگر وہ اقرار کریں کہ انہیں منظور ہے تب نکاح ہوتا ہے۔ اسے اصطلاح میں **ایجاب وقبول** کہتے ہیں۔

چونکہ عورتوں کو پردہ کا حکم ہے لہذا عورت کی طرف سے اس کا ولی ایجاب وقبول کرے گا۔ عورت کا مجلس میں ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح بعض

(بقیہ ترجمہ) اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ وہ ذات پاک وہ ہے کہ جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اِسی سے اس کے لئے بیوی بنائی۔ اور پھر اُن سے (اولاد پیدا کرکے) بہت سے مرد اور عورتیں بنا کر پھیلا دِئے۔ اور تم اللہ سے ڈرو۔ جس کا واسطہ دے کر مانگتے ہو۔ اور رشتہ داروں سے بھی۔ (دیکھو اگر خلاف شریعت کام کروگے تو) اللہ تعالیٰ ہر وقت تم پر نگہبان ہے۔ اے مومنو اللہ سے ڈرو۔ اور چاہئے کہ ہر شخص محاسبہ کرتا رہے کہ قیامت کے دن کے لئے اُس نے کیا جمع کیا ہے۔ اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ وہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ اے مومنو! اللہ سے ڈرو۔ اور سیدھی باتیں کیا کرو۔ وہ تمہارے اعمال بھی درست کردے گا۔ اور تمہارے گناہ بھی معاف کردے گا۔ اور (دیکھو) جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریگا تو یقیناً وہ کامیاب ہوجائے گا۔

[1] نکاح پر مبارک دینے کے مسنون الفاظ یہ ہیں:- بَارَكَ اللّٰهُ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ۔ (حدیث ترمذی) **ترجمہ:-** اے مرد! تجھے یہ نکاح اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور تم دونوں پر اپنی برکات نازل فرمائے اور تم دونوں کو باہم شیر وشکر کردے۔

مجبوریوں کے پیشِ نظر مرد کی طرف سے اُس کا ولی یا وکیل ایجاب وقبول کرسکتا ہے۔ اگر عورت کا ولی اس مجلس میں حاضر نہ ہوسکتا ہوتو اسے اختیار ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو اپنا وکیل مقرر کردے تاوہ اس کی طرف سے اِیجاب وقبول کرے۔

جب ایجاب وقبول ہوجائے تو اب مرد وعورت خاوند اور بیوی بن گئے اب خاوند اپنی بیوی کو اپنے گھر لے جاسکتا ہے۔

جب خاوند کی اپنی بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہوجائے تو اسے چاہیے کہ حسب توفیق اپنے قریبی رشتہ داروں، دوستوں اور مسکینوں کی دعوت کرے اس دعوت کو ولیمہ کہتے ہیں یہ دعوت (ولیمہ) کرنا سُنّت ہے۔ اوراس کا قبول کرنا بھی سُنّت ہے۔ اور اِس دعوت میں غریب اور مسکین لوگوں کو بلانے کا خاص حکم ہے۔

حقُوق زَوجین

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت اور فوقیت دی ہے۔ اوراس پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لئے تمام اخراجات خوراک، پوشاک اور رہائش وغیرہ کا اِنتظام حسب توفیق کرے۔ اس پر ناحق خفا نہ ہو۔ اوراُس پر ناجائز سختی نہ کرے بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ اور نیک سلُوک کرے اور اس کے

ساتھ محبت اور پیار سے رہے۔

اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کے ماتحت میں رکھا ہے اور اُس پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔ اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو۔ اُس کے مال کو ضائع نہ کرے کفایت شعاری اور قناعت سے کام لے خواہ مخواہ اس کو تنگ نہ کرے اُس کی عزّت کی حفاظت کرے اور اولاد کی اچھی طرح سے پرورش کرے اور مرد کے لئے باعثِ راحت وآرام ہو۔

حقُوق والِدَین

شریعت نے حکم دیا ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اُسے غُسل دیا جائے۔ غُسل دینے کے بعد اُس کے کانوں میں اذان و اِقامت کہی جائے۔ (دائیں میں اذان اور بائیں میں اقامت)

جب بچہ سات دن کا ہو جائے تو عَقِیقہ کرنا چاہیے۔ اگر لڑکا ہو تو دو بکرے ذبح کرنے چاہئیں۔ اور اگر لڑکی ہو تو ایک بکرا ذبح کرنا چاہیے۔

عَقِیقہ کرنا سُنّت ہے۔ اگر ساتویں دن عَقِیقہ نہ کیا جا سکے تو جِس وقت موقعہ ملے کر دیں۔

اگر ماں باپ کسی وجہ سے عَقِیقہ نہ کر سکیں تو جب بچہ بڑا ہو۔ وہ خود اپنا عَقِیقہ

کر سکتا ہے۔

عَقِیقہ کے ساتھ ہی ختنہ کر دینا چاہیے ۔ اگر بچہ برداشت نہ کر سکتا ہو تو سنِ بلُوغت سے پہلے پہلے اُس کا ختنہ کِیا جائے۔ بہرحال ختنہ کرنا سُنّت اور نہایت ضروری ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے متعلق بہت تاکید فرمائی ہے۔

جب بچہ دو سال کا ہو جائے تو اس کا دودھ چھُڑا دینا چاہیئے ۔ (بوقت ضرورت پہلے بھی چھُڑایا جا سکتا ہے)۔

ماں باپ پر فرض ہے کہ وہ بچّوں کی ان کے بچپن سے ہی تربیت کرنا شروع کریں۔اور اسلام کی تعلیم اور احکام ان کے ذہن نشین کریں۔ بیٹھنے، اُٹھنے اور کھانے پینے کے آداب سکھائیں۔عبادات کے متعلّق تمام ضروری مسائل ان کو یاد کرائیں۔ اوران کی اچھی طرح سے تربیت کریں۔ان کی ظاہری اور باطنی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ان کو تعلیم دیں۔اوران کی تمام ضروریات کو حتّی الوَسع پورا کریں۔

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دیں۔...اور جب دس سال کا ہو جائے تو پھر اگر وہ نماز نہ پڑھے تو اسے مار پیٹ کر نماز پڑھانے کا حکم ہے۔ گویا اِبتداء سے ہی اسے اسلام پر کاربند رہنے کی تلقین اور کوشش کرتے رہیں۔

بچے کا فرض ہے کہ وہ ماں باپ کی ہر بات کو مانے اور اس پر عمل کرے۔ جس کام کے کرنے کا وہ حکم دیں وہ کرے۔ اور جس کام سے وہ منع کریں اس سے رُک جائے۔ ہمیشہ اچھے کاموں میں مصروف رہے۔ بُری صُحبتوں سے

بچے۔ ماں باپ کی عزّت کرے۔ اوران کے سامنے اُف تک نہ کرے۔کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے انکو تکلیف پہنچے۔ بلکہ ان کے لئے ہر وقت دعائیں کرتا رہے۔اور جب وہ بوڑھے اور کمزور ہو جائیں تو ان کی تمام ضروریات کو پورا کرے اور ہر وقت ان کی خدمت میں لگا رہے۔

اگر کوئی بچہ یتیم (باپ فوت) ہو جائے۔تو اس کے رشتہ داروں کو چاہیئے کہ وہ اس کی نگرانی اور پرورش کریں۔اس کے مال کی اوراس کی حفاظت کریں۔اوراس کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کریں۔اپنے بچوں کی طرح اس کے ساتھ محبت کریں۔ اوراس کی اچھی طرح تربیت کریں۔اور کسی قِسم کی ناجائز تکلیف اسے نہ پہنچائیں۔

تعدّدِ ازدواج

اگر کسی شخص کو حقیقی ضرورت ہو۔یعنی اس کی بیوی بیمار ہو یا اس کے اولاد نہ ہوتی ہو یا صحت پر بُرا اثر پڑتا ہو۔یا فتنہ میں پڑنے کا خوف ہو تو وہ ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتا ہے۔مگر ایک وقت میں چار سے زیادہ نہیں رکھ سکتا۔ یہ صرف اسلام کی ہی خوبی ہے کہ اس نے خاص حالات میں کثرت ازدواج (ایک سے زیادہ شادیاں کرنے) کا حکم دیا ہے۔باقی کسی مذہب میں یہ خوبی نہیں پائی جاتی۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ ہر ایک بیوی کے ساتھ عدل وانصاف کرے۔کسی کا حق نہ

مارے۔ یعنی ہر ایک بیوی کو ایک جیسا خرچ دے اور برابر باری مقرر کرے۔ کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہ کرے۔ اگر کوئی شخص عدل و انصاف نہ کر سکتا ہو تو اس کے لئے ہرگز اجازت نہیں کہ وہ دوسری شادی کرے۔

مُحرّماتِ نِکاح

وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے یہ ہیں:-

(۱) ماں (۲) باپ کی مَنکُوحہ (۳) دادی (۴) نانی (۵) پھُوپھی (۶) خالہ (۷) رضاعی ماں (۸) رضاعی بہن (۹) ساس (۱۰) شادی شدہ عورت (۱۱) بہن (۱۲) بیٹی (۱۳) بھتیجی (۱۴) بھانجی (۱۵) بیوی کے پہلے خاوند کی لڑکی (۱۶) ایک وقت میں دو حقیقی بہنیں (۱۷) ایک وقت میں خالہ اور بھانجی یا پھُوپھی اور بھتیجی (۱۸) بیٹے کی بیوی (۱۹) مُشرکہ اور (۲۰) زانیہ

ان کے علاوہ سب عورتوں سے نِکاح کرنا جائز ہے۔

عورت مومن ہونی چاہیئے۔ اگر مومن عورت نہ ملے یا کوئی دوسری مصلحت ہو تو اہل کتاب، مثلاً عیسائی، یہودی وغیرہ عورتوں سے بھی نکاح کرنا جائز ہے۔

رضاع

(دودھ پلانے) کی مدت دو سال ہے۔ اگر دو سال کے اندر کسی عورت نے کسی بچہ کو کم از کم پانچ گھونٹ دودھ پلایا ہو تب وہ اس بچے کی رضاعی ماں اور اس کی اولاد بچے کے رضاعی بھائی بہن بن جاتے ہیں اور ان سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے اگر دو سال کے بعد پلایا جائے تو اس سے حُرمت نکاح لازم نہیں آتی۔
نکاح شغار یعنی تبادلہ کا نکاح کہ ایک شخص اپنی لڑکی یا بہن کا کسی شخص سے نکاح کردے اور اس کی لڑکی یا بہن کا نکاح اپنے ساتھ کرائے اور مہر دونوں کا مقرر نہ کیا جائے بلکہ تبادلہ ہی مہر سمجھا جائے تو اسے شغار کہتے ہیں۔ یہ نکاح منع ہے۔ اور شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

مُتعہ

ایک خاص وقت تک کے لئے مثلاً گھنٹہ دو گھنٹے، رات دو رات یا مہینہ دو مہینے یا سال دو سال وغیرہ تک کے لئے نکاح کرنے کو مُتعہ کہتے ہیں۔ یہ نکاح بھی حرام ہے۔

طلاق

اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو جائے اور وہ دونوں آپس میں شریعت کے حکم کے مطابق اپنی بقیہ زندگی نہ گزار سکتے ہوں یا عورت کسی خلافِ شریعت فعل کی مرتکب ہو یا ماں باپ طلاق دینے کا حکم دیں تو خاوند کو چاہیئے کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح سے آزاد کردے۔یعنی طلاق دیدے۔

طلاق دینا اگرچہ جائز ہے مگر طلاق دینے کا اس وقت حکم ہے جبکہ سخت مجبوری ہو۔اور بغیر طلاق دینے کے زندگی گزارنا مُحال ہو۔اگر کوئی شخص یونہی بغیر کسی خاص مجبوری کے طلاق دیتا ہے تو وہ سخت بُرا کام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔کیونکہ ایک پاک معاہدہ (نکاح) کوتوڑتا ہے۔

طلاق دینے سے قبل غوراور فکر نہایت ضروری ہے۔اس لئے شریعت نے حکم دیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے صلح وصفائی کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔اور عورت اور مرد ہر دو کو ہر ممکن طریق سے سمجھانا چاہیئے۔اگر وہ بالکل نہ سمجھیں تو پھر مرد کو طلاق دینی چاہیئے۔طلاق دینے کا یہ طریق ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ایام طُہر میں طلاق دے۔جس طہر میں اس کے پاس نہ گیا ہو۔اور ہر ماہ میں ایک ایک کر کے تین طلاقیں دے۔جب تین مہینے گزر جائیں یعنی عِدّت پوری ہو جائے تو وہ عورت جہاں چاہے نکاح کرلے۔

اگر مرد رجوع کرنا چاہے تو پہلی دو طلاقوں تک اسے اختیار ہے کہ وہ رجوع کرلے۔یعنی طلاق واپس لے لے۔لیکن جب تیسری طلاق دیدے تو پھر اسے رجوع کا اختیار نہیں رہتا۔اور نہ وہ اس عورت کے ساتھ اب نکاح کرسکتا ہے۔

ہاں اگر کوئی دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ نکاح کرلے اور پھر وہ فوت ہو جائے یا اپنی مرضی سے کسی مجبوری کی وجہ سے طلاق دیدے تو پھر یہ اس عورت کے ساتھ اس کی رضامندی سے شادی کرسکتا ہے۔لیکن اگر عمدًا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح پڑھا جائے تا کہ وہ نکاح کے بعد اُس عورت کو طلاق دیدے اور یہ پھر اس سے شادی کرسکے تو ایسے نکاح کو حلالہ کہتے ہیں۔اور حلالہ حرام ہے۔

عِدّت کے ایام میں مرد پر عورت کو نان ونفقہ (خرچ خوراک و پوشاک) دینا فرض ہے۔اور مہر تو عورت کی جائداد ہے جو بہر حال مرد پر ادا کرنا فرض ہے۔اور اگر مہر کے علاوہ اور مال یا جائداد بھی مرد نے عورت کو دی ہوئی ہو تو وہ ان میں سے بھی کچھ واپس نہیں لے سکتا جب تک کہ وہ فاحشہ مبیّنہ (ظاہرا بدکاری) کی مُرتکب نہ ہو۔

•••••••••••••••••••••••••••••

احکامِ عِدّت

عِدّت اُس میعاد کو کہتے ہیں جس میں عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا منع ہو۔

مُطلّقہ (وہ عورت جس کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہو) اگر حامِلہ ہو تو اس کی عدّت وضع حمل ہے۔ اور اگر حاملہ نہ ہو تو پھر تین حیض۔ آئسہ (بوڑھی عورت) اور نابالغہ مُطلّقہ کے لئے تین ماہ عِدّت مقرر ہے۔

اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حامِلہ ہو تو اس کی عِدّت وضع حمل اور اگر حاملہ نہ ہو تو اس کے لئے چار ماہ دس دن عِدّت مقرر ہے۔

خُلع کی عِدّت ایک حیض مقرر ہے۔ اور غیر مدخُولہ مُطلّقہ کے لئے کوئی عِدّت نہیں۔

عِدّت کے ایّام میں عورت کو اپنے مکان سے بِلا ضرورتِ خاص باہر جانا منع ہے۔ اور اسے نکالنا بھی منع ہے۔ اگر ضرورتاً کہیں جانا پڑے تو دن کے وقت جا سکتی ہے۔ نیز عدت کے ایّام میں عورت کو سُرمہ یا خوشبُو وغیرہ لگانا یا زِینت کرنا سب منع ہیں اور سوگ کرنے کا حکم ہے۔

عِدّت کے ایّام میں عِدّت والی عورت کو نکاح کا پَیغام بھیجنا منع ہے۔ جب عِدّت گزر جائے۔ پھر نکاح کا پیغام بھیجا جا سکتا ہے۔

اگر مُطلّقہ عورت کا بچہ دودھ پی رہا ہو تو بچّے کے باپ پر اسکا نان ونفقہ ایّام رضاع (دوسال کی عمر) تک فرض ہے۔

خُلع

شریعت نے جس طرح مرد کو یہ اِجازت دی ہے کہ اگر اسے کوئی حقیقی مجبوری درپیش ہوتو وہ اپنی عورت کوطلاق دے سکتا ہے۔ اِسی طرح شریعت نے عورت کوبھی یہ حق دیا ہے کہ اگر اسے کوئی حقیقی مجبوری درپیش ہو۔ مثلاً اس کا خاوند کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو یا اس کی ضرورت کو پورا نہ کرسکتا ہوتو وہ اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے کے لئے طلاق حاصل کرلے۔ اس طلاق کو جو عورت اپنی مرضی سے حاصل کرتی ہے خُلع کہتے ہیں۔

اگر مرد طلاق نہ دے تو عورت کوحکم ہے کہ وہ قضاء (عدالت) میں قاضی (حاکم ومنصف) کے پاس درخواست کرے کہ اسے خاوند سے علیحدہ کیا جائے۔ اگر قاضی معقول وجہ دیکھے گا تو جو مال اس کے خاوند نے اُسے دیا ہوگا اس میں سے جس قدر اس کے پاس موجود ہوگا وہ اس کے خاوند کو دلا دیگا۔ اور حکمًا اسکوطلاق دلا دے گا۔

خُلع میں مہر اور نان ونفقہ کی عورت حقدار نہیں بلکہ اگر خاوند اس سے کچھ مال لے کر خُلع کرنا چاہے تو بھی اس کے لئے جائز ہے۔ مگر جس قدر مال اس نے خود عورت کو دیا ہے اس سے زیادہ لینا اس کے لئے منع ہے۔

مہر۔ کثرت ازدواج۔ طلاق اور خُلع وغیرہ یہ سب خوبیاں ہمارے مذہب

اسلام کے علاوہ اور کسی مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔

اِیلاء

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میں اپنی بیوی سے صحبت نہیں کروں گا۔تو اسے چاہیئے کہ جب چار ماہ گذر جائیں تو اپنی قسم کو توڑ دے اور قسم کا کفّارہ دے (تین روزے رکھے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے) ورنہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ کیونکہ چار ماہ سے زائد اپنی بیوی سے قطع تعلق کرنا منع ہے۔

ظِہار

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تُو میری ماں لگتی ہے تو اسے ظہار کہتے ہیں۔

ظہار سے طلاق واقع نہیں ہوتی لہذا اسے چاہیئے کہ یا تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا رجوع کر لے اور ظہار کا کفّارہ ادا کر دے۔

ظہار کا کفّارہ یہ ہے کہ اگر غلام مل سکے اور اُس میں مالی استطاعت ہو تو وہ ایک غلام آزاد کر دے۔ یا پھر ساٹھ متواتر روزے رکھے۔ اگر روزے رکھنے کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

لِعان

اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر یہ الزام لگائے کہ اس نے زِنا کیا ہے۔ اور جیسا کہ شریعت کا حکم ہے۔ چار گواہ رُوئیت موجود نہ ہوں۔ مرد اپنی بات پر قائم ہو اور عورت انکار کرے تو اس صورت میں معاملہ قضاء (عدالت) میں قاضی (حاکم) کے سامنے پیش ہوگا۔ قاضی ہر دو سے دریافت کرے گا۔ اگر ہر دو اپنی اپنی بات پر مُصِر ہوں تو قاضی ہر دو سے قسمیں کھلائے گا۔ پہلے چار دفعہ مرد قسم کھا کر کہے گا کہ:-

''میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس عورت نے زِنا کیا ہے''

اور پانچویں دفعہ کہے گا کہ:-

''اگر میں اس معاملہ میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو''

اِسی طرح عورت چار دفعہ قسمیں کھائیگی کہ:-

''اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے زِنا نہیں کِیا یہ جھوٹ بولتا ہے''۔

اور پانچویں دفعہ کہے گی کہ:-

''اگر میں نے اِس معاملہ میں جھوٹ بولا ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو''

اس کو لِعان کہتے ہیں۔

لعان کے بعد ان کا نکاح فسخ ہو جائے گا اور اِن کا آپس میں کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اور مہر مرد کو دینا پڑے گا۔

اگر مرد قسم نہ کھائے اور کہہ دے کہ میں نے جھوٹ بولا تو اسے ۸۰ کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر عورت قسم نہ کھائے اور کہے کہ یہ الزام صحیح ہے اور میں مُجرم ہوں تو پھر اسے زِنا کی سزا دی جائے گی۔

....

ذرائع معاش

انسان کھانے پینے کا محتاج ہے۔ بغیر کھانے پینے کے اِس کی زندگی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی تب ہی ہو سکتی ہے جب انسان کے پیٹ میں کچھ ہو۔ بغیر اس کے عبادت بھی محال ہے۔ اگرچہ انسان کو رزق اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتا ہے مگر اس کا فضل بھی تب ہی نازل ہوتا ہے جب یہ محنت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہر شَے اس کے لئے مہیّا کرتا ہے۔ اگر یہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے تو سوائے اس کے کہ بھوکا مر جائے اور کیا ہوگا۔ لہذا لازم ہے کہ محنت کی جائے۔

اب تین ہی صورتیں ہیں۔ (۱) لوگوں سے سوال کرتا پھرے اور اپنا پیٹ پالے۔ یا (۲) کوئی زمین ہو تو زِراعت کرے۔ یا (۳) تجارت کرے اور اپنا گزارہ چلائے یا شکار کرے۔

سوال کرنا تو شریعت اسلام میں سخت منع ہے۔ اور یوں بھی سوال کر کے کسی

چیز کو حاصل کر لینا بہت ہی بد اخلاقی اور ذِلّت ہے۔ جو کبھی بھی کوئی مومن برداشت نہیں کرسکتا۔

زراعت اور تجارت تب ہی ہوسکتی ہیں جبکہ اس کے پاس کوئی نقدی ہو۔ نقدی دوطریق سے حاصل ہوسکتی ہے۔ کسی مالدار سے روپیہ سُود پر لے لِیا جائے۔ یا بطور قرضہ حسنہ لے۔ اور اپنا کام چلائے۔ اور پھر اس سے روپیہ ادا کردے۔

سُود

اِسلام نے سُود کو حرام قرار دیا ہے۔ جو شخص کسی سے سود لیتا ہے یا دیتا ہے خواہ سود کم ہو یا زیادہ وہ لعنتی ہے بلکہ جو گواہ ہوں وہ بھی لعنتی ہیں۔

سُود ایک ایسا لعنت کا طوق ہے کہ اگر کسی کے گلے میں پڑ جائے تو پھر اس کی اس سے رہائی ناممکن ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کے باپ نے سُود پر روپیہ لیا تو وہ بھی اس کو ادا کرتا مر گیا۔ مگر روپیہ ادا نہ ہوسکا۔ پھر اس کی اولاد اس کو ادا کرتی چلی گئی مگر پھر بھی وہ ادا نہ ہوسکا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سُود کی لعنت سے بچانے کے لئے سود کو حرام قرار دیدیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جو مسلمان سود لیتا ہے یا دیتا ہے وہ گویا اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے لڑائی کرتا ہے اور ہر عقلمند یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے مقابلہ کر کے کوئی شخص کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سود کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا۔ یہ بات غلط ہے اور ایک شیطانی وسوسہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ اگر کوئی شخص نیک نیّتی سے سود کے بغیر بھی گزارہ کرنا چاہے تو ہوسکتا ہے۔

ہاں اگر بعض مجبوریوں کی وجہ سے سود لینا پڑے مثلاً کوئی شخص کسی بینک میں روپیہ جمع کراتا ہے تو سود ضرور ملتا ہے۔ تو ایسے شخص کو چاہئیے کہ وہ سود کا روپیہ صرف اشاعت اسلام میں خرچ کرے اور اسے اپنے کسی مصرف میں نہ لائے۔ کیونکہ سود کا روپیہ اپنے کسی مصرف میں لانا حرام ہے۔

قرض

قرض لینا اسلام نے جائز قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اگر تمہارے پاس روپیہ نہ ہو تو تم قرض لے سکتے ہو اور مالدار لوگوں کو حکم دیا ہے کہ اگر کسی کو روپیہ کی ضرورت ہو تو تم اس کو قرض دو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور احسان کرنا ہر مومن کا فرض ہے۔

جو شخص ہمدردی کے طور پر کسی کو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر خوش ہوتا ہے کہ

اس نے میرے مسکین بندے پر احسان کیا اور اس کے مال میں ترقی دیتا ہے۔

قرض کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے قرض لے تو وہ تحریر کرلیں اور دو گواہ بنالیں اور ساتھ ہی مدت مقرر کرلیں کہ فلاں وقت تک یہ روپیہ ادا کردیا جائے گا۔

بغیر لکھنے اور لکھوانے کے قرض لینا یا دینا درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر قرآن شریف میں حکم دیا ہے کہ قرضہ لیتے یا دیتے وقت تم ضرور تحریر کر لیا کرو، دوستی، عزت یا اعتبار کا اس میں کوئی سوال نہیں۔

قرض لینے کے لئے اپنی کوئی چیز مثلاً مکان یا زمین وغیرہ رہن رکھنا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس کا قبضہ بھی مرتہن کو دے دیا جائے۔ اگر قبضہ نہ دیا جائے تو یہ رہن جائز نہیں۔

قرض وصُول کرنا

اگر وقت مقررہ پر قرض وصول نہ ہو سکے تو دیکھنا چاہئیے کہ مقروض نے عمداً ادا نہیں کیا یا اس میں ابھی ادا کرنے کی توفیق نہیں؟

اگر اس وقت اس میں ادا کرنے کی توفیق نہ ہو تو پھر اسے کچھ مہلت دے دینی چاہئیے تا کہ وہ روپیہ ادا کردے کیونکہ یہ مناسب نہیں کہ ایک احسان مند

(مقروض) کوتنگ کیا جائے اور اگر اس نے عمداً ادا نہ کیا ہوتو پھر قضاء (عدالت) میں دعوٰی کرنا چاہیئے قضاء اس سے حکماً روپیہ ادا کروائے گی۔

اگر مقروض فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے سب سے پہلے قرضہ ادا کیا جائے گا۔ لیکن اگر مقروض کا ترکہ اس قدر نہ ہو جس قدر کہ قرضہ ہے تو پھر اس کی اولاد پر وہ قرضہ ادا کرنا فرض ہے۔ اور اگر کوئی سبیل بھی ادائیگی کی نہ ہو سکے تو پھر اسلامی حکومت کا فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ اس کی طرف سے قرضہ ادا کرے۔

بہر حال قرض خواہ کا روپیہ ضائع نہیں ہوگا لیکن یہ دوسری بات ہے کہ قرضخواہ بطور احسان کسی مُفلس مقروض کو معاف کردے۔

قرضہ ادا کرنا نہایت ضروری ہے اگر کوئی شخص اس جہان میں اپنا قرضہ ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اس سے اس قرض کا مطالبہ کیا جائے گا۔

اگر کوئی مقروض قرض ادا کرتے وقت اپنی طرف سے بطور شکریہ احسان کہ اس کے کسی بھائی نے اس کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے اخذ کردہ روپیہ سے زائد روپیہ دے دے تو یہ بھی بہت اچھی بات ہے مگر جس قدر قرض لیا ہے اسی قدر تو میعاد معیّنہ کے اندر ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔

زراعت

مومنوں کو حلال اور پاک رزق کھانے کا حکم ہے کیونکہ اگر حلال اور پاک مال نہ کھایا جائے تو نیک کام کی بھی توفیق نہیں ملتی۔

مال پاک اور حلال اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ خلاف شریعت طریقوں سے نہ کمایا گیا ہو۔اگر پاک مال میں ذرا سا حرام مال بھی مل جائے تو وہ سارے مال کو حرام کر دیتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ مال کماتے وقت نہایت احتیاط کی جائے اور ذرہ بھر مال بھی خلاف شریعت طریقوں سے نہ کمایا جائے۔

زراعت میں ضروری ہے کہ جب کوئی شخص زراعت کرے تو اپنی زمین میں ہی کاشت کرے کسی دوسرے کی چپّہ بھر زمین بھی ناجائز طور پر اپنی زمین میں شامل نہ کرے اور اپنی ہی کھیتی اور فصل اپنے استعمال میں لائے۔کسی دوسرے کی فصل کو بالکل نقصان نہ پہنچائے۔

زمین کا مالک اپنی زمین کو بٹائی (حصہ) پر بھی دے سکتا ہے مثلاً حصہ مقرر کرلے کہ جس قدر اُس کی پیداوار ہوگی اس کے اس قدر حصے کئے جائیں گے۔ اتنے حصے تمہارے ہوں گے اور اتنے حصے میرے۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنی زمین کسی کو زراعت کے لئے دیدے کہ میں سال میں تم سے اتنے روپئے لے لیا کروں گا۔

زمین کے مالک کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ مزارع کو زمین کا کوئی حصہ دیدے کہ اس میں جو پیداوار ہوگی وہ تمہاری اور اپنے لئے کوئی خاص حصہ مقرر کرلے کہ اس میں جو پیداوار ہوگی وہ میری۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا ظلم ہے۔

....

اِجارہ

اجرت پر لگنا اور لگانا ہر دو جائز ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ پہلے اجرت مقرر کرلی جائے اور جو اجرت مقرر ہو جائے اس سے کم اجرت دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ اگر ہو سکے تو بطور احسان کچھ زیادہ ہی دینا چاہیئے۔

مزدور کی اُجرت فوراً ادا کر دینی چاہیئے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

اُعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّجِفَّ عَرُقُہٗ[1]

بہر حال مزدور کی اُجرت کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے اور نہ صرف اُجرت کا لحاظ رکھنا ہی نہایت ضروری ہے بلکہ اسے گالی دینا اور مارنا وغیرہ بھی منع ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ ضرور مسلمان کو ہی اُجرت پر لگایا جائے بلکہ کافر کو بھی اجرت پر لگایا جا سکتا ہے مگر حتّی الوسع اپنے مسلمان بھائیوں کی ہی امداد کرنی چاہیئے۔

---

[1] مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل ہی اس کی اُجرت ادا کردو۔ منہ

غصْب و عارِیَت

کسی شخص کی کوئی چیز غصب کر لینا (چھین لینا) یا ہنسی خوشی اور مذاق میں اڑا لینا سخت منع ہے اگر کوئی شخص خود بخود خوش ہو کر کسی کو کوئی چیز دیدے تو یہ اور بات ہے۔

اگر کسی شخص نے کسی سے کوئی چیز چھینی ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ اس کو واپس کر دے اور اگر وہ غصب کردہ چیز اس سے ضائع ہو جائے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس کی قیمت ادا کرے یا وہ چیز مہیا کرے۔

لوگوں کی فصلوں کو عمداً اجاڑ لینا، یہ بھی غصب میں ہی شامل ہے اس لئے یہ بھی منع ہے۔

ہاں کسی سے کوئی چیز عارضی طور پر استعمال کرنے کے لئے مانگ کر لے لینا، مثلاً کسی سے زیور، بَیل یا گھوڑا وغیرہ لے لینا اور پھر اسے استعمال کرنے کے بعد واپس کر دینا جائز ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ جو چیز عاریۃً (مانگ کر) لی جائے وہ اپنے وعدہ کے مطابق اسی حالت میں ہی واپس کی جائے اگر بے احتیاطی سے ضائع ہو جائے تو پھر اس کو مہیا کر کے دینی پڑے گی۔ کیونکہ عاریۃً دینا (امانت رکھنا) سمجھا جاتا ہے اور امانت میں خیانت کرنا منع ہے۔

خرِیدوفروخت

رزق حاصل کرنے کا دوسرا طریق خرید وفروخت ہے۔ خریدوفروخت (تجارت) کرنے میں بہت برکت ہے۔

آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو تجارت کرنے کے متعلق خاص طور پر تاکید فرمائی ہے خود آنحضرت ﷺ دعویٰ نبوّت سے قبل تجارت فرمایا کرتے تھے۔ اور آپؐ کے صحابہ بھی مدینہ منورہ میں تجارت کرتے تھے۔

خریدوفروخت بھی اسی طریق پر کرنی چاہئیے جیسے شریعت نے حکم دیا ہے جن چیزوں کے خرید کرنے یا فروخت کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے ان چیزوں کی ہرگز خرید وفروخت نہیں کرنی چاہئیے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا اور خلاف شریعت طریقوں سے مال کمائے گا تو وہ مال ہرگز حلال اور طیّب نہیں کہلائے گا۔

پس ہر شخص جو خریدوفروخت کرنا چاہتا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ شریعت کے احکام کے مطابق اپنا کام کرے۔

آدابِ خرید وفروخت

خرید وفروخت سے قبل وہ چیز جو خریدی جارہی ہے اسے اچھی طرح سے دیکھ لینے کا حکم ہے خریدار کو چاہئیے کہ اپنی تسلی کر لینے کے بعد چیز کو خریدے۔ بغیر دیکھنے بھالنے کے خرید وفروخت منع ہے۔

فروخت کرنے والے کو چاہئیے کہ اگر اس کی چیز میں کوئی نقص ہو تو وہ خریدار کو پہلے بتا دے تاکہ اگر خریدار کی مرضی ہو تو اس کو خریدے لیکن اگر فروخت کرنے والا اس چیز کے نقص کو نہ بتائے تو خریدار کو حق حاصل ہے کہ وہ چیز واپس کر دے اور قیمت واپس لے لے۔

خریدار کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو یہ شرط کر لے کہ اگر یہ چیز پسند آئی تو خریدوں گا ورنہ واپس کر دوں گا۔

فروخت کرنے والوں کو چاہئیے کہ وہ ایسا مال فروخت نہ کریں جو نکمّا ہو اور دھوکہ کے طور پر بھی کوئی مال فروخت نہ کریں۔ مثلاً یہ کہ چیز عمدہ دکھائیں مگر ناقص دیں۔

مال کی دو قیمتیں مقرر نہ کریں کہ اگر نقد لو تو یہ قیمت ہے اور اگر اُدھار لو تو یہ قیمت ہے کیونکہ یہ سود ہے یا ایسا کریں کہ ہوشیار آدمی سے کم قیمت لیں اور بچّے یا ناواقف سے زیادہ قیمت لے لیں۔ ہاں یہ ان کو اختیار ہے کہ کسی ذاتی تعلق والے سے کم قیمت لے لیں۔

اگر کسی وقت بائع (فروخت کُنِندہ) اور مُشتری (خرید کنندہ) کے درمیان جھگڑا ہو جائے یعنی بائع کہے کہ میں نے یہ چیز دس روپے میں فروخت کی ہے اور مشتری کہے کہ میں نے آٹھ روپے میں خریدی ہے تو بائع کی بات مانی جائے گی۔ مشتری کو اختیار رہے کہ خواہ وہ یہ قیمت قبول کرے یا سودا توڑ دے اور چیز نہ لے۔

بَیع سلم بھی جائز ہے یعنی ایک شخص ایک تاجر سے یہ سودا کر لے کہ میں تم سے سارا سال اس نرخ پر غلّہ خریدوں گا خواہ غلّے کا نرخ بڑھ جائے یا گر جائے۔

ممنُوعات

(۱) وہ چیزیں جو شریعت نے حرام قرار دی ہیں۔ مثلاً شراب، خنزیر، مردار وغیرہ کی خرید وفروخت۔

(۲) چاندی کے بدلے چاندی، سونے کے بدلے سونا، گندم کے بدلے گندم برابر برابر، دست بدست، یعنی ایک جنس اسی جنس کے بدلے فروخت کرنا منع ہے یہ ہوسکتا ہے کہ مثلاً ایک گندم ناقص ہو اور دوسری اچھی یا ایک چاندی اچھی ہو اور ایک چاندی ناقص۔ تو ناقص کی قیمت ڈال کر پھر اس کے بدلے اچھی خرید لی جائے۔

(۳) پھلوں کی بیع کئی سالوں کے لئے کرنا۔

(۴) درختوں پر کچّا پھل پکے ہوئے پھلوں کے بدلے فروخت کرنا۔

(۵) کھیتی کا اندازہ لگا لینا کہ اس میں اس قدر غلّہ ہوگا پھر اس کو اسی قدر کسی سے غلّہ لے کر فروخت کرنا۔

(۶) لاٹری

(۷) ایسی چیز فروخت کرنا جس میں سراسر دھوکہ ہو یا فروخت کرنے والے کے قبضہ میں ہی نہ ہو۔ مثلاً پانی میں مچھلیاں یا ہوا میں پرندے۔

(۸) جو چیز کسی کی ملکیّت میں ہی نہ ہو اس کو فروخت کرنا۔

(۹) وہ بیع جس میں قیمت ادا کرنے کی میعاد کا علم نہ ہو۔

(۱۰) قبضہ کرنے سے قبل کسی چیز کو فروخت کرنا مثلاً ایک شخص نے کسی شخص سے پانچ سو روپے کی گندم بیس سیر فی روپیہ کے حساب سے خریدی ابھی اسے اپنے پاس نہیں لا یا یا اپنے قبضہ میں نہیں کیا تو اسے فروخت کرنا۔

(۱۱) کسی چیز کو اس نیّت سے جمع کر کے رکھ چھوڑنا کہ جب مہنگی ہوگی تو فروخت کروں گا (احتکار)۔

(۱۲) کوئی شخص باہر سے کوئی چیز فروخت کرنے کے لئے لائے تو کوئی شہری اسے کہے کہ میرے پاس رکھ جاؤ جب مہنگی ہوگی تو فروخت کر دوں گا۔

(۱۳) کسی کو کوئی چیز اُدھار ایک قیمت پر دینا پھر وہی چیز اس سے نقد کم قیمت پر خریدنا۔ مثلاً سو روپیہ کو فروخت کر دی اور ۹۵ کو خرید لی اور پانچ روپے اس

کے ذمہ قرار دیدئے۔

(۱۴) خریدنے کا ارادہ نہ ہو مگر اس کی قیمت بڑھانے کے لئے بولی دینا۔

(۱۵) خریدار کے سودے پر سودا کرنا۔

یہ سب منع ہے۔

شُفعہ

اگر کوئی شخص اپنی جائداد فروخت کرے تو اُس پر فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے اس شخص کے پاس فروخت کرے جس کے ساتھ وہ مُلحق ہے۔ اگر وہ نہ خریدے یا قیمت کم دے۔ تو پھر اسے اختیار ہے کہ کسی دوسرے شخص کے پاس فروخت کر دے۔ لیکن اگر اس سے دریافت کرنے کے بغیر کسی دوسرے کے پاس فروخت کر دے تو اس کا حق ہے (جس کے ساتھ وہ جائداد ملحق ہے) کہ وہ قضاء میں حق شفعہ کا دعوی کرے کہ چونکہ یہ جائداد میرے ساتھ ملحق ہے لہذا میرا حق ہے کہ یہ میرے پاس فروخت کی جائے اگر وہ فی الواقعہ اس کے ساتھ ملحق ہو اور وہ اسی قدر قیمت دے جس قدر قیمت پر وہ فروخت ہو چکی ہے تو قاضی اس کے حق میں فیصلہ دے گا اور قیمت خریدار یا صاحب جائداد (جس کے پاس بھی وہ جائداد اُس وقت ہو) کو دلا کر جائداد اس کے حوالے کر دے گا۔ لیکن اگر یہ خود

خریدنا نہ چاہتا ہو یا قیمت کم دیتا ہو تو پھر مالک کو اختیار ہے کہ وہ جس کے پاس چاہے فروخت کرے۔ اس صورت میں حق شفعہ کا دعوٰی نہیں ہو سکتا۔

مُشارکت و وکالت

تجارت اور زراعت ایسے کام ہیں کہ بعض دفعہ ایک اکیلا شخص ان کاموں کو نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں شریعت نے اجازت دی ہے کہ وہ اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص کو (حسب ضرورت بہت سے اشخاص بھی ہو سکتے ہیں) اپنے کام میں شریک کر لے لیکن یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ آپس میں نہایت صفائی کے ساتھ معاملہ رکھیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی ذرہ بھر خیانت نہ کرے۔ اگر ان میں سے کوئی خیانت کرے گا تو علاوہ گُنہ گار ہونے کے مال میں سے برکت بھی اڑ جائے گی۔

شریک ہونے سے قبل یہ ضروری ہے کہ وہ آپس میں حصہ مقرر کر لیں بغیر حصہ مقرر کرنے کے شراکت منع ہے۔

شراکت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر دو مساوی سرمایہ کام پر لگائیں۔ بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سرمایہ صرف ایک کا ہی ہو مگر دوسرا صرف کام کرے۔

اسی طرح شریعت نے اس بات کی بھی اجازت دی ہے کہ کوئی شخص اپنی

طرف سے اپنا کوئی وکیل (نمائندہ،مختار) مقرر کردے۔ اور وہ وکیل اس کی طرف سے اس کا کام کرے۔

صیدوذبائح

شکار کرنا بھی اسلام میں جائز ہے مگر جو شکار بھی کیا جائے اس کو بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر ذبح کرنا ضروری ہے جو شکار تیر یا بندوق وغیرہ سے کیا جائے اگر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر نشانہ لگایا ہو اور وہ پکڑے جانے سے پہلے ہی مر جائے تو اس کا کھالینا حلال ہے۔ مگر جو نشانہ بغیر تکبیر کے لگایا گیا ہو جب تک اس جانور کو ذبح نہ کیا جائے اور اس میں سے خون نہ نکلے وہ کھانا جائز نہیں۔ اگر پالتو کتّے وغیرہ سے شکار کیا جائے تو اگر وہ کتّا اس میں سے نہ کھائے تو وہ حلال ہے اور کھالے تو حرام ہے۔ درندے مثلاً شیر، چیتا، بھیڑیے وغیرہ اور مخرب الاخلاق جانور یا گوشت مثلاً مردار خنزیر وغیرہ۔ اور وہ حلال جانور بھی جو چوٹ سے مر جائے یا کہیں سے گر کر مر جائے یا کسی جانور نے اس کو مار دیا ہو یا جسے درندہ وغیرہ کھا جائے۔ سب حرام ہیں۔ ان کے علاوہ جو جانور ہیں مثلاً اونٹ، گائے ہرن، بھیڑ، بکری اور مختلف قسم کے اچھے پرندے سب حلال ہیں مگر ان کو ذبح کرتے وقت تکبیر یعنی بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر گردن سے ذبح کرنا چاہئیے۔ اگر کوئی

جانور بغیر تکبیر کے ذبح کیا جائے یا غیر اللہ کے لئے ذبح کیا جائے تو وہ بھی حرام ہے۔اور اگر کسی جانور میں سے ذبح کرتے وقت خون نہ نکلے تو وہ بھی کھانا منع ہے۔اسی طرح ذبح کرتے وقت گردن بھی فوراً جسم سے الگ نہ ہو جانی چاہئیے۔

بادشاہت اور جہاد

اصل بادشاہت تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔مگر دنیا میں خدا کی بادشاہت خدا کے ظِلّ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ دو قسم کے ہیں۔جسمانی اور روحانی۔ جسمانی بادشاہ کہلاتے ہیں اور روحانی انبیاء اللہ اور اُن کے خُلفاء۔کبھی یہ دونوں باتیں ایک شخص میں بھی جمع ہو جاتی ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰؑ ، داؤدؑ اور سُلیمانؑ۔اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اِن ہر دو قسم کے بادشاہوں کی اطاعت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اگر کوئی شخص روحانی بادشاہ یا اس کے خلیفہ کی اِطاعت اور فرمانبرداری نہیں کرتا۔اور ان کا کوئی حکم نہیں مانتا تو اسے کافر اور فاسق کہتے ہیں۔اور اگر کوئی بادشاہِ وقت کی اطاعت نہیں کرتا تو اُسے باغی کہتے ہیں۔اور بغاوت کی سزا قتل ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ بادشاہ وقت مسلمان ہی ہو تو اس کی اطاعت کی جائے۔ بلکہ جو بھی مُلک کا بادشاہ ہو خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کی اِطاعت فرض ہے۔اور

اس کا ہر ایک حکم واجب التّعمیل ہے لیکن مذہب کے معاملہ میں اس کی کوئی بات ماننا جائز نہیں۔

اگر کوئی بادشاہ مذہب کے بارہ میں لوگوں پر جبر کرتا ہو۔ مثلاً مذہبی فرائض کے ادا کرنے سے روکتا ہو۔ یا کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنے کے لئے مجبور کرتا ہو تو اس کی یہ بات ماننا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ ایسے ملک یا علاقہ کو چھوڑ جانے (ہجرت کر جانے) کا حکم ہے۔ اور پھر اس کے علاقہ سے ہجرت کرنے کے بعد اگر طاقت ہو تو اس سے جہاد کرنے کا حکم ہے۔ مگر اس کے ملک میں رہ کر اس سے لڑائی کرنے یا فتنہ وفساد برپا کرنے کی اسلام نے ہرگز اِجازت نہیں دی۔

جہاد کی صورت میں ہر عاقِل بالِغ مسلمان پر جہاد میں شامل ہونا فرض ہے۔

جو شخص میدان جنگ میں شامل ہو پھر اُس پر وہاں سے بھاگنا یا دشمنوں کو پیٹھ دکھانا حرام ہے۔ اسے چاہیئے کہ یا تو فتح حاصل کرے یا وہیں شہید ہو جائے۔ اگر شہید ہو جائے تو وہ سیدھا خدا کے فضل سے جنّت میں جائے گا۔
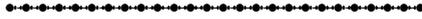
بادشاہ کے فرائض

اسلام نے جس طرح رعایا کا فرض قرار دیا ہے کہ وہ بادشاہ کی اِطاعت کرے اور مُلک میں فِتنہ وفساد برپا نہ کرے۔ اسی طرح بادشاہ کے لئے بھی فرائض مقرر کر دِئے ہیں جن پر کاربند ہونا اس کے لئے ضروری ہے۔ اگر کوئی بادشاہ اِن فرائض کو بجا نہیں لاتا تو وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ اور درحقیقت بادشاہ کہلانے کا مُستحق نہیں۔

بادشاہ رعایا کے لئے ایک گڈریا ہے۔ جس طرح گڈریا اپنے ریوڑ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور ہر ایک جانور کا خیال رکھتا ہے۔ اور ان کے لئے ہر ایک ضروری شے مہیّا کرتا ہے۔ اسی طرح بادشاہ کا فرض ہے کہ مُلک میں امن کو قائم رکھے۔ اور ہر ایک کے جان و مال اور عِزّت کی حفاظت کرے۔ اور ان کے لئے کھانے، پینے، رہنے، سہنے اور ان کی دیگر تمام ضروریات مثلاً تعلیم و تربیت کا اِنتظام کرے۔ اور ان کے اندر اخلاقِ حسنہ پیدا کرے۔ اور ہر ایک اپنے مذہب کی تبلیغ میں آزاد ہو۔

اگر ان میں آپس میں تنازعات ہوں تو عدالتوں کے ذریعے ان کے تصفیے کئے جائیں۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے اس کی سلطنت کا انتظام اعلیٰ اور عُمدہ ہو۔
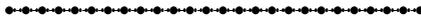
قَضاء

باوجود کثیر اِحتیاط، نرمی، صبر اور حُسنِ سلوک کے بارہا لوگوں کے آپس میں تنازعات اور مقدّمات برپا ہوجاتے ہیں۔ اگر ان تنازعات کا تصفیہ نہ ہوتو بہت خرابی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لئے اسلام نے لوگوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک محکمۂ عدالت قائم کیا ہے جس کا نام قَضاء ہے۔

ہر شخص کا فرض ہے کہ اگر اس کا اپنے کسی بھائی کے ساتھ تنازعہ ہوجائے تو وہ بجائے اس کے کہ خود فیصلہ کرے قضاء میں دعوٰی کرے۔ قاضی (منصف) جو فیصلہ کرے خواہ وہ غلط ہو یا صحیح ہر شخص پر اس کا قبول کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا فرض ہے۔

مقدّمات میں یہ ضروری ہے کہ جو شخص مدّعی ہو وہ اپنی طرف سے ثبوت پیش کرے اگر وہ ثبوت پیش نہ کرسکے اور مدّعٰی علیہ انکاری ہو تو مدّعٰی علیہ سے قسم لی جائے۔

ثبوت کے لئے جو گواہ پیش کئے جائیں وہ کم سے کم دو عاقل بالغ اور قابل اعتبار مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں۔

جھوٹے اور فاسق گواہوں کی شہادت قبول کرنے کا حکم نہیں۔

اگر کوئی شخص گواہی کے لئے بلایا جائے تو اس کا فرض ہے کہ صاف صحیح اور

سچّی گواہی دے۔ اورفریقین کا بھی فرض ہے کہ وہ گواہوں کوخواہ مخواہ تنگ نہ کریں۔ کیونکہ اگرکوئی بات کسی کے خلاف ہوتو گواہ کا کیاقصور ہے؟اس نے تو جو دیکھا ہے وہی بیان کرنا ہے۔

قاضِیوں کے لئے کسی کے متعلق سفارش وغیرہ قبول کرنا،کسی کی رعایت کرنا، کسی سے رشوت لینا،فریقین میں سے کسی سے کچھ ہدیہ وغیرہ لینا سب منع ہیں۔ ان کافرض ہے کہ ہرحال میں عدل کریں۔اورلوگوں کے حقوق ان کودلوائیں۔

حُدود

بعض جرائم مثلاً قتل،ضرباتِ شدید، زنا یاکسی پر زِنا کی جھوٹی تُہمت اور چوری وغیرہ ایسے جرائم ہیں کہ ان کی سزائیں اِسی دنیا میں دی جاتی ہیں۔ ان سزاؤں کوجوایسے جرائم کی پاداش میں اسی دنیامیں دی جاتی ہیں حُدود کہتے ہیں۔

یہ سزائیں دنیا میں ہر شخص کے اختیار میں نہیں بلکہ حکومت کے اختیار میں ہیں۔کسی شخص کوبھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی مجرم کواس لئے خودسزادینا شروع کردے کہ شریعت نے اس کے لئے یہ سزامقرر کی ہے۔اگرکوئی شخص ایسا کرے گاتواس کوسزادی جائے گی کیونکہ اس نے قانونِ حکومت کواپنے ہاتھ میں لیااوروہ کام کیاجس کاوہ اہل نہ تھا۔

شریعت نے بڑے بڑے جُرموں کی مندرجہ ذیل سزائیں مقرر کی ہیں:-

قتل کی سزا:- قاتِل کا قتل، بشرطیکہ اس نے عمدًا قتل کیا ہو۔ اگر غلطی سے قتل ہو گیا ہو تو دِیَت یعنی مقتول کے وارِثوں کو سو اُونٹ یا دس ہزار دینار یا ان کی قیمت ادا کرنا۔

ضرباتِ شدیدہ کی سزا:- بطور قصاص (بدلہ) ضرباتِ شدیدہ، اگر کوئی عضو بیکار ہو جائے یا ضائع ہو جائے تو دیت کا حصہ (جو قاضی مقرر کرے) ادا کرنا۔

زنا کی سزا:- مجرم کو سنگسار کرنا بشرطیکہ شادی شدہ ہو۔ اگر غیر شادی شدہ ہو تو برسرِ عام سو کوڑے لگانا۔

کسی پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانے والے کی سزا:- برسرِ عام ۸۰ کوڑے۔

شراب پینے کی سزا:- ۴۰ چھڑیاں۔

چوری کی سزا:- چور کا ہاتھ کاٹنا۔ بشرطیکہ مال مسروقہ ۱۰ درہم سے کم قیمت کا نہ ہو۔

نوٹ:- درہم ۴/۔ دینار = دو ۲ روپے ۸ آنے۔
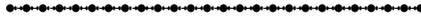
وصیّت اور ہبہ

ہر شخص جو اپنے مال کا مالک ہے اسے اپنے مال کے متعلق پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنے مال کو اپنے استعمال میں لائے۔ خواہ کسی کو اپنی زندگی میں ہی ہبہ (بخشش) کردے یا کسی کے حق میں یہ وصیت (اپنے وُرثاء کو تاکید) کرجائے کہ میری وفات کے بعد میرے مال میں سے اس قدر مال فلاں شخص کو دے دیا جائے پھر اس کے وُرثاء کا فرض ہوگا کہ وہ اس کی وصیّت پر عمل کریں۔ اور اس کے مال میں سے اسی قدر حصہ اس کو (جس کے حق میں اس نے وصیت کی ہو) دے دیں اور ذرّہ بھر بھی اس کے حکم کے خلاف نہ کریں۔ اگر ذرّہ بھر بھی خلاف کریں گے تو گناہ گار ہوں گے۔

موصی (وصیّت کرنے والا) زیادہ سے زیادہ تیسرے حصہ کی وصیت کرسکتا ہے۔ اس سے زیادہ حصہ کی وصیت کرنے کا اسے حکم نہیں۔ اور وارث کے لئے بھی وصیت نہیں ہوسکتی۔

موصی اپنی زندگی میں وصیت میں کمی وبیشی کرسکتا ہے۔ اور منسوخ بھی کر سکتا ہے۔ مگر ہبہَ کردینے والے کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ کچھ واپس لے سکے۔

آج کل ہبہ اور وصیّت کرنے والوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق اپنے مال کی وصیّت اشاعت

اسلام کے لئے صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کے نام کریں۔اور کم از کم اپنی جائداد اور آمدنی کے دسویں حصہ کی وصیت کریں یا ہبہ کریں کیونکہ اس وقت اسلام سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لئے وصیت کی جائے۔

تجہیز و تکفین

وفات ہر شخص کے لئے ضروری ہے اس لئے جب کوئی شخص وفات پانے لگے تو اسے کلمہ طیبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پڑھانے اور سورۃ یٰسٓ سنانے کا حکم ہے۔

جب وہ فوت ہو جائے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہے۔

اور اس کی تجہیز و تکفین اور اسے دفن کرنے کا حکم ہے۔

اس کے فوت ہو جانے کے بعد اس کو غسل دینا چاہئے۔

اگر میت مرد ہو تو اسے مرد غُسل دیں اور اگر عورت ہو تو اسے عورتیں غسل دیں۔

غُسل دینے کا یہ طریق ہے کہ پہلے اُس کا استنجاء کیا جائے بعدہ باقاعدہ وضو کیا جائے۔مگر ناک اور منہ میں پانی نہ ڈالا جائے۔وضو کے بعد میت کے جسم کو غسل دیا جائے۔اور بعدہ کافور وغیرہ لگا دیا جائے۔(غسل کے پانی میں بیری

کے پتّے ڈال لینے چاہئیں) جب غسل دیا جا چکے تو پھر میّت کو کفن میں لپیٹ دیا جائے۔

مرد کے کفن کے لئے تین کپڑے سنّت ہیں۔

۱۔ تہ بند ۲۔ قمیص* ۳۔لفافہ☆

اورعورت کے لئے

۱۔تہ بند ۲۔قمیص ۳۔سینہ بند(ایک کپڑا چھاتی کے لئے)

۴۔اوڑھنی اور ۵۔لفافہ مقرر ہیں۔

جب کفن پہنایا جا چکے تو پھر میّت کو دفن کرنے کے لئے لے جانا چاہئیے ۔

دفن کرنے سے قبل جنازہ[۱] پڑھنا نہایت ضروری ہے۔اس لئے حتی الوسع جنازہ میں شامل ہونا چاہئیے ۔ [۲]

جب جنازہ پڑھایا جا چکے تو میت کو قبر میں دفن کر دینا چاہئیے ۔قبر گہری ہو اور اگر لحد دار ہو تو بہتر ہے۔میّت کو لحد میں رکھ کر اس پر مٹی ڈال دینی چاہئیے اور قبر کو

* ایک لمبی چادر جو اوپر اور نیچے گھٹنوں تک آسکے اسکو درمیان سے پھاڑ کر سر درمیان میں سے گزار دیا جائے۔

☆ یعنی وہ چادر جو اوپر لپیٹی جائے۔

[۱] جنازہ فرض کفایہ ہے۔یعنی اگر چند آدمی جنازہ میں شامل ہو جائیں تو سب کی طرف سے یہ فرض ادا ہو جائے گا۔اور اگر کوئی بھی شامل نہ ہوگا تو سب گُنہ گار ہوں گے۔

[۲] جنازہ کے متعلق اسلام کی دوسری کتاب دیکھیں۔منہ

زمین سے اونچا کر دینا چاہئیے اور اونٹ کے کوہان کی مانند بنا دینا چاہئیے اس کے بعد میّت کے لئے دعائے خیر کر کے واپس آجانا چاہئیے۔

میّت کے لئے نوحہ (سیاپا) کرنا یا بلند آواز سے رونا پیٹنا کپڑے وغیرہ پھاڑ ڈالنا یا کوئی اور خلاف سنّت کام کرنا مثلاً فاتحہ خوانی، قل خوانی یا تیسرا، دسواں، چالیسواں وغیرہ سب منع ہیں۔

میت کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ کرنا منع ہے ہاں اگر متوفّٰی عورت کا خاوند ہو تو اُس عورت کے لئے ۴ مہینے ۱۰ دن سوگ ہے۔ وہ اس عرصہ میں زینت وغیرہ نہ کرے۔

احمدی کو غیر احمدی کا جنازہ پڑھنے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔ اس لئے کسی احمدی کو غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئیے۔

قبرستان میں داخل ہوتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَآ اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ[1] پڑھنا چاہئیے اور قبروں پر سے نہیں گذرنا چاہئے اور نہ ہی کسی قبر پر سجدہ کرنا چاہیے۔

قبرستان میں جا کے اہل قبور کے حق میں دعا کرنی چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مغفرت کرے اور ان کو اپنے قرب اور جنت میں جگہ دے۔

---
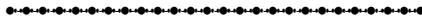
[1] ترجمہ: اے مسلمان اہل قبور! السلام علیکم ہم بھی انشاء اللہ آکر تم سے ملیں گے۔

وِراثت

ہر شخص جس وقت فوت ہوتا ہے تو وہ اپنے پیچھے اپنا مال اور جائداد وغیرہ چھوڑ جاتا ہے اس مال کو ترکہ کہتے ہیں۔

شریعت نے حکم دیا ہے کہ سب سے پہلے مُتوفّٰی کے ترکہ میں سے اگر اس نے کسی کا قرضہ دینا ہو یا کسی کے حق میں وصیت کی ہو تو ان کو ادا کیا جائے۔ ان ہر دو کی ادائیگی کے بعد اگر کوئی مال بچے تو وہ اس کے قریبی رشتہ داروں میں جنہیں شریعت نے وارث قرار دیا ہے شریعت کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جمع کرا دیا جائے۔

ذیل میں وہ رشتہ دار درج کئے جاتے ہیں جو مُتوفّٰی کے وارث ہوتے ہیں[1]:-

(۱) بیٹا۔ (۲) پوتا۔ (۳) باپ۔ (۴) دادا۔ (۵) بھائی۔ (۶) بھتیجا۔ (۷) چچا۔ (۸) چچازاد بھائی۔ (۹) خاوِند۔ (۱۰) بیٹی۔ (۱۱) پوتی۔ (۱۲) ماں۔ (۱۳) دادی۔ (۱۴) بہن۔ (۱۵) بیوی۔

مندرجہ ذیل رشتہ دار کسی صورت میں بھی مُتوفّٰی کے ورثہ کے حقدار نہیں:-

(۱) غلام (۲) میت مقتول ہو تو اس کا قاتل (۳) مرتد (۴) مسلمان کا

۱؎ ان میں سے بعض صرف بعض صورتوں میں ہی وارث ہو سکتے ہیں۔

کافراور کافر کا مسلمان۔

وارثوں میں سے ہر ایک کو مندرجہ ذیل حصوں میں سے مختلف صورتوں کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی حصہ ملے گا۔

نصف، دو تہائی، ایک تہائی، چوتھا حصہ، چھٹا حصہ، آٹھواں حصہ۔

جنّت و دوزخ

جب مُردہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا نام مُنکر ونکیر ہے وہ آکر اس سے عقائد کے متعلق سوال کرتے ہیں جو شخص مومن ہوتا ہے وہ صحیح جواب دیتا ہے اور جو کافر ہوتا ہے وہ صحیح جواب نہیں دے سکتا۔ تب وہ فرشتے اس کو جزا یا سزا دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر کافر ہو تو اس کو عذاب ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس عذاب کو عذاب قبر کہتے ہیں۔ اور اگر مومن ہو تو اس کے لئے آرام و آسائش کے سامان کر دئے جاتے ہیں اور وہ بڑے مزے سے وہاں آرام کرتا ہے۔

پھر جب حشر کا دن ہوگا اُس دن صُور (بِگل) پھونکا جائے گا۔ تب تمام لوگ اپنی اپنی قبروں سے اُٹھ کر حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع ہو جائیں گے۔ اس دن حساب کتاب ہوگا۔ کِراماً کاتبین[1]۔ ہر ایک کے اعمال اس کے

[1] وہ دو فرشتے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کے ہر عمل کو لکھتے رہتے ہیں۔

سامنے پیش کردیں گے جن کے عقائد صحیح اور نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیدھے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ جن کی بدیاں اور نیکیاں برابر ہوں گی اللہ تعالیٰ کا فضل ان کو بھی جنت میں لے جائے گا اور جن کے عقائد فاسد اور بدیاں زیادہ ہوں گی وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

جہنم میں ہر طرح کے عذاب دکھ اور تکلیفیں ہوں گی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی۔ پینے کے لئے گرم پانی اور پیپ، کھانے کے لئے زقُّوم (تھوہر) ہوگی دھوئیں کا سایہ ہوگا۔ جہنمی اس سے نکلنے کے لئے کوشش کریں گے مگر کوئی راستہ اور سبیل اس سے نکلنے کی نہ ہوگی۔ آخر جب وہ اپنی سزا پا چکیں گے تو وہاں سے اللہ تعالیٰ اپنے رحم سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا۔

جنّتی جنّت میں ہمیشہ رہیں گے وہاں ہر طرح کا ابدی آرام آسائشیں اور نعمتیں ہوں گی باغات اور نہریں حُور وقُصور ہوں گے۔ ہر قسم کے پھل انار، انگور اور کھجور ہوں گے۔ جنتی جو چاہیں گے ان کو ملے گا غرضیکہ ہر ایک نعمت وہاں ہوگی اُن نعمتوں کا احاطہ ہماری عقل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَر عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ

خدا کا فضل جنّتیوں کے شامل حال ہوگا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ فِيْهَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط

[1] نہ آنکھوں نے اسے دیکھا، نہ کانوں نے اسے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل پر اس کا خیال تک گزرا۔ منہ

نظم

(از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ)

۱ عہد شِکنی نہ کرو اہل وفا ہوجاؤ!
اہلِ شیطاں نہ بنو اہلِ خدا ہو جاؤ!

۲ گرتے پڑتے درِ مَولیٰ پہ رسا ہوجاؤ
اور پروانے کی مانند فِدا ہوجاؤ

۳ جو ہیں خالق سے خفا اُن سے خفا ہوجاؤ
جو ہیں اُس در سے جدا اُن سے جُدا ہوجاؤ

۴ حق کے پیاسوں کے لئے آبِ بقا ہو جاؤ
خُشک کھیتوں کے لئے کالی گھٹا ہوجاؤ

۵ غُنچہ دیں کے لئے بادِ صبا ہوجاؤ
کُفر وبدعت کے لئے دستِ قضا ہوجاؤ

۶ سرخرو رُو بروئے داورِ محشر ہو جاؤ!
کاش تم حشر کے دن عُہدہ برآ ہوجاؤ

۷ بادشاہی کی تمنّا نہ کرو ہر گز تم!
کوچۂ یارِ یگانہ کے گدا ہو جاؤ

۸ بحرِ عرفان میں تم غوطے لگاؤ ہر دم
بانئ کعبہ کی تم کاش دعا ہو جاؤ

۹ وصل مَولٰی کے جو بھُو کے ہیں اُنہیں سیر کرو
وہ کرو کام کہ تم خوانِ ھُدٰی ہو جاؤ

۱۰ قُطب کا کام دو تم ظُلمت و تاریکی میں
بھُولے بھٹکوں کے لئے راہ نُما ہوجاؤ

۱۱ پنْبۂ مرہمِ کافور ہو تم زخموں پر
دلِ بیمار کے درمان و دوا ہو جاؤ

۱۲ طالبان رُخِ جاناں کو دِکھاؤ دِلبر
عاشِقوں کے لئے تم قِبلہ نماہو جاؤ

۱۳ امرِ معروف کو تعویذ بناؤ جاں کا
بے کسوں کے لئے تم عُقدہ کُشا ہوجاؤ

۱۴ دمِ عیسیٰؑ سے بھی بڑھ کر ہو دُعاؤں میں اثر
یدِ بیضا بنو مُوسےٰؑ کا عصا ہوجاؤ

۱۵ رہ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں
موت کے آنے سے پہلے ہی فنا ہوجاؤ

۱۶ موردِ فضل وکرم وارثِ ایمان و ہدٰی
عاشقِ احمدؐ و محبوب خدا ہوجاؤ

تَذْ کِرۃُ الْاَنْبِیاء

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس میں نیکی کرنے اور بدی کرنے کی بھی طاقت رکھ دی ہے جو شخص چاہے نیکی کرسکتا ہے اور نیکی میں ترقی کرسکتا ہے اور جو شخص چاہے وہ بدی کرسکتا ہے اور بدی میں ترقی کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو مُختار بنایا ہے کہ جو کام چاہے کرے مگر انسان ہمیشہ بدی کی طرف راغب ہوتا ہے کیونکہ شیطان اسے ترغیب دیتا ہے کہ تم یہ کام کرلو۔ تم سے کوئی مُحاسبہ نہ ہوگا اس لئے انسان اس کی باتوں میں آجاتا ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے شیطان کا بھائی بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایسا بھول جاتا ہے کہ گویا وہ اس کا خالق ہی نہیں اور نہ ہی یہ کسی کے ماتحت ہے۔ اور قیامت کے دن کو جس میں حساب کتاب ہوگا ایک غلط عقیدہ اور ناممکن خیال کرتا ہے اور ایسا دلیر ہو جاتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی گُستاخی کرنے لگ جاتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنا ہم خیال بنالیتا ہے حتّٰی کہ ایسے لوگوں کی کثرت ہو جاتی ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نظر نہیں آتا تب انسان اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایسے بدکردار انسانوں کو اگر وہ راہِ راست پر نہ آویں اور اس کے بتائے ہوئے احکام کی فرمانبرداری نہ کریں اور اس کی فرمانبرداری میں مشغول نہ ہوجائیں اور اپنے پہلے

گناہوں سے توبہ نہ کریں تو ان کو ہلاک کردے اُس وقت اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے کسی نبی ورسول کو بھیج دیتا ہے جو نہایت درجہ نیک پاک۔ اور نیکی کا مُجسّمہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر چلنے والا اور دنیا کے لئے ایک نمونہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اُس کو حکم دیتا ہے کہ وہ لوگوں میں اعلان کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نبی اور رسُول ہے، لوگ اس پر ایمان لائیں، نیک اعمال کریں اور تمام بُرے کاموں کو ترک کردیں۔ اگر وہ اس پر ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ جائیں گے۔ اور اگر وہ اُس کا انکار کریں گے تو اللہ تعالیٰ کا غضب اُن پر بھڑکے گا اور ان کو ہلاک کردے گا۔

چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے دنیا میں اعلان کردیتے ہیں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا ہے اور تمہیں ہم پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اس لئے تم ہم پر ایمان لاؤ اور ہماری تمام باتوں پر عمل کرو۔

مگر دنیا کے بندے دلوں کے گندے اور عیش وعشرت میں مشغول رہنے والے خدا کی یاد سے غافل مال ودولت کے نشہ میں مخمور اور اللہ تعالیٰ سے مہجور انسان یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ[1]۔ اور كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا

---

[1] (ترجمہ) اے افسوس بندوں پر کہ نہیں آیا اُن کے پاس کوئی رسول مگر وہ اس کے ساتھ ہنسی اور ٹھٹھا کرتے رہے۔

سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ[1] ۔ کوحرف بحرف پورا کردیتے ہیں اوران انبیاء کی تکذیب کر دیتے ہیں اوران کو پاگل، مجنون، جھوٹے، دغاباز، فریبی کے خطابات دیتے ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ اُن کی تکلیف اور ایذا رسانی کے لئے اپنی تمام تدبیریں اور چالاکیاں ختم کردیتے ہیں اگر ہوسکے توان کوان کے گھروں، وطنوں اور ملکوں سے بھی جلاوطن کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں اور ہروقت ان کے قتل کردینے یا ذلیل کردینے کی فکر میں لگے رہتے ہیں مگر یہ خدا کے پیارے بندے (صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْھِمْ) گالیاں سنتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں تکلیف اور دکھ برداشت کرتے ہیں مگران کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحم کی درخواست کرتے ہیں وطنوں سے جلاوطن ہوتے ہیں مگر اُف تک نہیں کرتے وہ نہ عزت چاہتے ہیں اور نہ کوئی جاہ ومرتبت۔ بلکہ یہی چاہتے ہیں کہ ان کو جوحکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے وہ ان تک پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور سُرخرو ہوں دن کو تبلیغ کرتے ہیں تو رات کو اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کے آگے روتے ہیں کہ وہ لوگوں کو سمجھ دے۔

آخران کی دن کی کوششیں اور رات کی دعائیں بے اثر نہیں جاتیں اللہ تعالیٰ نیک اور پاک بندوں کوان کے اردگرد جمع کردیتا ہے اوران کو ایک جماعت عطا کردیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کردیتے ہیں اور اس کی

[1] (ترجمہ) جو رسول بھی ان لوگوں کے پاس جوان سے پہلے تھے آیا انہوں نے کہا اُس کو کہ یہ جادوگر یا پاگل ہے۔

فرمانبرداری میں رات دن گذار دیتے ہیں اوراس کے لئے ہر قربانی کرگزرتے ہیں۔ اگر سارا مال اس کی راہ میں خرچ کرنا پڑے تو سارا مال خرچ کردیتے ہیں اوراگر اپنی جان بھی اس کی راہ میں قربان کرنی پڑے تو بڑی خوشی سے کردیتے ہیں تب اللہ تعالیٰ ان کو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کا خطاب دے دیتا ہے اوران کی عزّت افزائی کرتا ہے اورساری دنیا ان کے قدموں میں لا ڈالتا ہے۔ وہی جو دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل سمجھے جاتے ہیں انہیں عزّتیں عطا کرتا ہے اور حکومتیں ان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اوراپنی ظاہری بادشاہت سے انہیں حصہ عطا کرتا ہے مگر جو لوگ ان پر ایمان نہیں لاتے وہ اللہ تعالیٰ کے عذابوں کے مورد ہوجاتے ہیں چاروں طرف سے ان پر عذاب آنے شروع ہوجاتے ہیں ان کی سلطنتیں زوال پذیر ہوجاتی ہیں ملک اورعلاقے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں عزّتیں ان سے منتقل ہوکر مومنوں کو مل جاتی ہیں اورآخر بصد حسرت اس دنیا سے گذر جاتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کے ابدی عذاب میں گرفتار ہوجاتے ہیں اور اُولٰٓئِكَ عَلَیْھِمْ لَعْنَةُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔[1] کے مصداق ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے یہ برگزیدہ بندے انبیاء ورُسل ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ جس طرح کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ اس میں ہمارے جسموں کا کوئی بادشاہ نہ ہو اسی طرح کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں ہماری

---

[1] (ترجمہ) یہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی۔

روحوں کا کوئی بادشاہ نہ ہو۔انبیاء علیھم السلام کا سلسلہ جب سے کہ دنیا شروع ہوئی ہے اور بے شمار انبیاء آج تک آئے کوئی قوم ایسی نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی نہ گذرا ہو چنانچہ ان تمام انبیاء میں سے قرآن شریف نے مشہور اور خاص خاص انبیاء کے مندرجہ ذیل نام لئے ہیں۔

حضرت آدمؑ - حضرت نوح - حضرت ابراہیم - حضرت ہُود

حضرت صالح - حضرت شُعَیب - حضرت لُوط - حضرت اسماعیل - حضرت اسحاق - حضرت یعقوب - حضرت یُوسف - حضرت مُوسیٰ - حضرت ہارُون حضرت داوٗد - حضرت سُلیمان - حضرت یونس - حضرت الیاس - حضرت زکریا - حضرت یحییٰ - حضرت الیسع - حضرت ادریس - حضرت ایُّوب حضرت ذُوالکِفل - حضرت ذُوالقرنین - حضرت لُقمان - حضرت عیسیٰ علیھم السلام اجمعین - اور خاتم الانبیاء یعنی افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپؐ کے غلام حضرت احمد علیہ السلام۔

یہ سب نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لئے اپنے اپنے وقت پر دنیا میں آئے اور اس زمانے میں جری اللہ فی حُلَلِ الانبیاء حضرت

احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث کئے گئے ہیں۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جب تک دنیا میں کوئی قانون اور دستور العمل نہ ہو امن قائم نہیں رہ سکتا اور حقیقی امن اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ قانون مکمل ہو۔ اور کوئی انسان اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ خود اپنے تک پہنچنے کا طریق نہ بتائے کسی انسان میں کہاں طاقت ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون وضع کر سکے جو واضح اور مکمل ہو کیوں کہ انسان تو خود کامل علم نہیں رکھتا۔ اور کس طرح یہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ دریافت کر سکتا ہے جب تک کہ خود اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف آنے کا راستہ نہ بتائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے کہ اپنے بعض انبیاءؑ پر وحی کے ذریعہ ایک قانون (کتاب) نازل کرتا ہے جس کو شریعت کہتے ہیں۔

اس شریعت میں دونوں باتیں ہوتی ہیں کہ انسان دنیا میں کس طرح رہے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کیا طریق ہے۔

مگر جیسا کہ کوئی چیز جو انسان کے ہاتھ میں دی جاتی ہے وہ دسْت بُرد سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح یہ کتابیں بھی جب انسانی دست بُرد کا شکار ہو جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے کسی آنے والے نبی پر دوسری کتاب نازل کر دیتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر نبی پر وحی والہام تو ضرور نازل کرتا ہے مگر ہر نبی پر شریعت نازل نہیں کرتا۔ کیوں کہ نئی شریعت اتارنے کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے جب شریعت بگڑ جائے۔ جب شریعت کو لوگ بگاڑ دیتے

ہیں اس وقت وہ شریعت نازل کرتا ہے۔

اور جو نبی اس شریعت کے بعد آتے ہیں وہ لوگوں کے لئے نئی شریعت نہیں لاتے بلکہ اس شریعت پر لوگوں کو چلانے کے لئے اور نمونہ بن کر آتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت دی گئی اور جس قدر آپ کے بعد نبی ہوئے وہ سب توریت پر ہی عمل کرتے تھے۔ اور لوگوں کو توریت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود توریت کے پیرو تھے۔ اور لوگوں کو توریت پر چلانے کے لئے آئے تھے۔ یا جیسے ہمارے آنحضرت ﷺ (فِداہُ اَبی و اُمّی) ہیں کہ آپ کو قرآن شریف دیا گیا۔ جب اس زمانہ میں لوگوں نے قرآن شریف پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے غلام حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو نبی بنا کر بھیج دیا۔ تا کہ آپ لوگوں کو قرآن شریف پر عمل کرنے کی تلقین کریں اور خود ان کے لئے نمونہ ہوں۔

مگر توریت اور باقی گزشتہ شریعتوں اور قرآن شریف میں یہ فرق ہے کہ وہ سب قرآن شریف کے آنے تک تھیں۔ مگر قرآن شریف چونکہ محفوظ رہنے والی اور کامل کتاب ہے۔ اس لئے اس کا وقت اب قیامت تک ہے۔ اب اللہ تعالیٰ قیامت تک نبی جس وقت ضرورت ہوگی بھیجتا رہے گا۔ مگر کتاب نہیں بھیجے گا۔ اب جو نبی بھی قیامت تک ہوگا وہ لوگوں کو قرآن شریف پر چلانے کے لئے ہی آئے گا۔

ہر شخص کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اس کے ہر

نبی اور رسول پر ایمان لانا چاہیئے ۔خواہ وہ شریعت لے کر آنے والا ہو یا بغیر شریعت کے۔ کیونکہ شریعت لانے والا بھی نبی اور رسول ہے اور شریعت نہ لانے والا بھی نبی اور رسول ہے۔ بلحاظ نبوّت کے ان میں کوئی فرق نہیں ۔اس لئے کسی نبی کے متعلق یہ کہنا کہ اس پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ شریعت لے کر نہیں آیا بے ایمانی اور کُفر ہے۔ کیونکہ ہر ایک نبی اپنے وقت کا بادشاہ ہے۔ اور جو شخص اپنے زمانہ کے بادشاہ کا باغی ہو۔خواہ وہ گزشتہ تمام بادشاہوں کا وفادار ہو۔ وفادار نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح ہر وہ شخص جو اپنے زمانے کے نبی کا منکر ہے وہ کبھی مومن کہلانے کا حق دار نہیں۔

انبیاء علیہم السلام وہ ہستیاں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اللہ جرِی اللہ فی حُلَلِ الانبیاء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

ہر رسولے آفتابِ صدق بُود
ہر رسولے بُود مہرِ انورے
گر بدُنیا نامدے ایں خیلِ پاک
کارِ دیں ماند سراسر ابترے

حضرت محمد رسُولُ اللہ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

(گزشتہ سے پیوستہ)

(از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ)

جو مذہبی تعلیم آپ دیتے تھے اس کا خُلاصہ یہ تھا:-

(۱) آپؐ اس تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے۔ باقی جو کچھ بھی خواہ فرشتے ہوں خواہ انسان سب اسی کی مخلوق ہے۔

یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کی ہتک ہے کہ وہ انسانوں کے جسم میں آجاتا ہے۔ یا اس سے کوئی اولاد ہوتی ہے۔ یا وہ بُتوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ اِن سب باتوں سے پاک ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔

جس قدر مُصلح گزرے ہیں سب اس کے بندے تھے۔ کسی کو الُوہیت کی طاقتیں حاصل نہ تھیں۔ سب کو اسی کی عبادت کرنی چاہیئے۔ اور صرف اسی سے دعائیں مانگنی چاہئیں۔ اسی پر اپنے تمام کاموں کا بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

(۲) یہ کہ خدا تعالیٰ نے انسانوں کو ایک اعلیٰ درجہ کی روحانی اور اخلاقی اور

تمدّنی ترقّیات کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہ ہمیشہ دنیا میں اس غرض کو جاری رکھنے کے لئے نبی بھیجتا رہا ہے۔اور ہر قوم میں بھیجتا رہا ہے۔

آپؑ اس امر کے سخت مخالف تھے کہ نبوّت کو کسی ایک قوم میں محدود رکھا جاوے۔ کیونکہ اِس سے خدا تعالیٰ پر جانبداری کا الزام آتا ہے جس سے وہ پاک ہے۔اور دنیا کی ہر قوم کے نبیوں کی تصدیق کرتے تھے۔

(۳) آپؑ اِس امر پر زور دیتے تھے کہ خدا تعالیٰ ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق اپنا کلام نازل کرتا رہا ہے۔اور آپ کا دعویٰ تھا کہ آخری زمانہ کی اِصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کِیا ہے۔ اور اِس بِناء پر آپ قرآن کریم کو سب پہلی کتابوں سے مکمل سمجھتے تھے اور اس کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے۔

(۴) آپؑ کا یہ دعویٰ تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی ہستی کا یقین دلانے کے لئے ہمیشہ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔اور ان کے لئے نشان دکھاتا رہتا ہے۔اور آپؑ دعویٰ کرتے تھے کہ جو لوگ بھی آپ کی تعلیم پر عمل کریں گے وہ اپنے تجربہ سے ان باتوں کی صداقت معلوم کر لیں گے۔

اور میں اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ یہ بات بالکل درست ہے۔ اور میں نے خود بھی اسلام کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی باتیں سنی ہیں۔جس طرح موسیٰؑ اور مسیح ؑ کے زمانہ کے لوگ سنتے تھے اور خدا تعالیٰ نے کئی دفعہ مجھے ایسے نشان دکھائے ہیں جو انسانی طاقت سے بالا تھے۔

(۵) آپؑ کہتے تھے کہ سچے مذہب کی علامت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی زندگی کے سامان کرتا ہے اور فرماتے تھے کہ اسلام کو انسانی خیالات کی تعدّی سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے نبی بھیجتا رہے گا جو اس کی حفاظت کریں گے۔ چنانچہ ابھی ایک نبی احمدؑ ہندوستان میں اسی غرض سے ظاہر ہوا ہے۔ اور میں اُس کا خلیفہ ہوں اور میرے ساتھی اس کی جماعت میں سے ہیں۔

(٦) آپؑ فرماتے تھے کہ باوجود مذہبی اختلافات کے لوگوں کو آپس میں محبت سے رہنا چاہئیے اور مذہبی اختلافات کی وجہ سے جھگڑنا نہیں چاہئیے کیوں کہ اگر اس کے پاس سچائی ہے تو اسے لڑنے کی کیا ضرورت ہے وہ سچائی کو پیش کرے خود ہی لوگ متأثر ہوں گے۔ چنانچہ آپ اپنی مسجد میں عیسائیوں کو بھی عبادت کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ اور یہ ایسی وسیع حوصلگی ہے کہ اُس وقت کے لوگ تو الگ رہے آج کل کے لوگ بھی اس کی مثال نہیں پیش کر سکتے۔

(۷) آپؑ اس امر پر بہت زور دیتے تھے کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک روحانی اور ایک جسمانی۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ایسے وابستہ ہیں کہ الگ نہیں ہو سکتے۔ جسمانی حصّہ روحانی حصہ پر زور ڈالتا ہے اور روحانی جسمانی پر۔

پس آپؑ کی تعلیم میں اس امر پر خاص زور تھا کہ بغیر دلی پاکیزگی کے ظاہری عبادتیں فائدہ نہیں دے سکتیں۔ اور یہ بھی کہ ظاہری عبادتوں کے بغیر خیالات کی بھی تربیت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کامل تربیت کے لئے انسان کو

دونوں باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

(۸) آپؑ انسان کی اخلاقی طاقتوں کے متعلق یہ تعلیم دیتے تھے کہ سب انسان پاک فطرت لیکر پیدا ہوتے ہیں۔اور جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ پیدائش کے بعد غلط تعلیم یا تربیت سے پیدا ہوتی ہے۔پس آپؑ بچوں کی نیک تربیت اور اعلیٰ تعلیم پر خاص طور پر زور دیتے تھے۔

(۹) آپؑ اس امر پر بھی زور دیتے تھے کہ اخلاق کی اصل غرض انسان کی اپنی اور دوسرے لوگوں کی اصلاح ہے۔ پس اخلاق فاضلہ وہی ہیں جن سے انسان کا نفس اور دوسرے لوگ پاکیزگی حاصل کریں۔

پس آپ کبھی ایک تعلیم پر زور نہیں دیتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ ہر چیز کے سب پہلوؤں کو بیان کرتے تھے۔ مثلاً یہ نہیں کہتے تھے کہ نرمی کرو۔عفو کرو۔ بلکہ یہ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص تم کو تکلیف دے تو یہ سوچو کہ اس شخص کی اصلاح کس بات میں ہے۔اگر وہ شخص شریف الطّبع ہے اور معاف کرنے سے آئندہ ظلم کی عادت کو چھوڑ دے گا۔اور اس نمونہ سے فائدہ حاصل کرے گا۔تو اسے معاف کردو۔اور اگر یہ دیکھو کہ وہ شخص بہت گندہ ہو چکا ہے۔اور اگر تم اسے معاف کرو گے تو وہ یہ سمجھ لے گا کہ اس شخص نے مجھ سے ڈر کر مجھے سزا نہیں دی یا نہیں دِلوائی۔ اور اس وجہ سے وہ بدی پر دلیر ہو جائے گا۔اور اَور لوگوں کو بھی دُکھ دے گا۔تو اسے اس کے جرم کے مطابق سزا دو کیونکہ ایسے شخص کو معاف کرنا دوسرے ناکردہ گناہ

لوگوں پر ظلم ہے۔ جو ایسے شخص کے ہاتھ سے تکلیف اٹھا رہے ہیں یا آئندہ اٹھا سکتے ہیں۔

(۱۰) آپؐ کی یہ بھی تعلیم تھی کہ کبھی کِسی دوسری حکومت پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ جنگ صرف بطور دِفاع کے جائز ہے۔ اور اُس وقت بھی اگر دوسرا فریق اپنی غلطی پر پشیمان ہو کر صلح کرنا چاہے تو صلح کر لینی چاہیئے۔

(۱۱) آپؐ کی یہ بھی تعلیم تھی کہ انسان کی روح مرنے کے بعد ترقی کرتی چلی جائے گی۔ اور کبھی فنا نہ ہوگی۔ حتّٰی کہ گُنہ گار لوگ بھی ایک مدّت اپنے اعمال کی سزا بھُگت کر خدا کے رحم سے بخشے جائیں گے۔ اور دائمی ترقی کی سڑک پر چلنے لگیں گے۔ اہل مکّہ نے جب دیکھا کہ مدینہ میں آپؐ کو اپنی تعلیم کے عام طور پر پھیلانے کا موقعہ مل گیا ہے۔ اور لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہونے لگے ہیں۔ تو انہوں نے متواتر مدینہ پر چڑھائیاں کرنی شروع کیں۔ مگر ان لشکر کشیوں کا نتیجہ بھی اُن کے حق میں بُرا نکلا۔ اور رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے بھی برتری ثابت ہوئی۔ کیونکہ گو بڑی بڑی تیاریوں کے بعد مکّہ والوں نے مدینہ پر حملہ کیا۔ اور مسلمان ہر دفعہ تعداد میں اُن سے کم تھے۔ عمومًا ایک مسلمان تین ۳ اہل مکّہ کے مقابلہ پر ہوتا تھا۔ مگر پھر بھی غیر معمولی طور پر خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اور اہل مکّہ کو شکست ہوئی۔ بعض دفعہ بے شک مسلمانوں کو عارضی تکلیف بھی پہُنچی۔ مگر حقیقی معنوں میں کبھی شکست نہیں ہوئی۔

اور ان لشکر کشیوں کے دو نتیجے نکلے۔ ایک تو یہ کہ بجائے اس کے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تباہ ہوتے آپؐ سارے عرب کے بادشاہ ہو گئے۔ اور دوسرے یہ کہ ان لڑائیوں میں آپؐ کو کئی ایسے اخلاق دکھانے کا موقعہ مِلا جو بغیر جنگوں کے مخفی رہتے۔ اور اس سے آپؐ کی اخلاقی برتری ثابت ہوگئی۔

اسی طرح یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ آپؐ نے وفاداری اور قربانی کی روح ایک مردہ قوم میں پھونک دی تھی۔

چنانچہ مثال کے طور پر مَیں اُحد کی جنگ کا واقعہ بیان کرتا ہوں:-

مدینہ آنے کے تین سال بعد کُفّار نے تین ہزار کا لشکر تیار کر کے مدینہ پر حملہ کر دیا۔ مدینہ مکّہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ دشمن اپنی طاقت پر ایسا نازاں تھا کہ مدینہ تک حملہ کرتا ہوا چلا آیا۔ اور مدینہ سے آٹھ میل پر اُحد کے مقام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو روکنے کے لئے گئے آپؐ کے ساتھ ایک ہزار سپاہی تھے۔ آپؐ نے جو احکام دئے اس کے سمجھنے میں ایک دستہ فوج سے غلطی ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود اس کے کہ مسلمانوں کو پہلے فتح ہو چکی تھی دشمن پھر لوٹ پڑا۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ دشمن نے زور کر کے مسلمانوں کو اس قدر پیچھے دھکیل دیا کہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے نرغے میں رہ گئے۔ آپؐ نے جُرأت اور دلیری کا یہ نمونہ دکھایا کہ باوجود اس کے کہ اپنی فوج ہٹ گئی تھی مگر آپ پیچھے نہ ہٹے اور دشمن کے مقابلہ پر کھڑے رہے۔

جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہیں ہٹے اور وہیں کھڑے ہیں تو انہوں نے یکدم حملہ کر کے آپؐ تک پہنچنا چاہا۔ لیکن صرف چودہ آدمی آپؐ تک پہنچ سکے۔ اُس وقت ایک شخص نے ایک پتّھر مارا۔ اور آپؐ کا سر زخمی ہو گیا اور بیہوش ہو کر زمین پر ِگر گئے۔ اور آپؐ کو بچاتے ہوئے کئی اور مسلمان قتل ہو کر آپؐ پر جا ِگرے۔ اور لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپؐ شہید ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ ایک عاشق کی طرح تھے۔ کئی لوگ میدان جنگ میں ہی ہتھیار ڈال کر بیٹھ گئے اور رونے لگے ایک مسلمان جس کو اس امر کا علم نہ تھا وہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرا اور اس سے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو شہید ہو گئے ہیں اس نے کہا۔ تو آہ! اس سے بڑھ کر لڑنے کا موقعہ کب ہو گا؟ جہاں وہ ہمارا محبوب گیا ہے وہیں ہم جائیں گے۔ یہ کہہ کر تلوار ہاتھ میں لے کر دشمنوں کی صفوں میں ٹوٹ پڑا۔ اور آخر مارا گیا۔ جب اس کی لاش کو دیکھا گیا تو ستّر زخم اس پر لگے تھے۔

جو لوگ آپؐ کے پاس کھڑے تھے انہوں نے جب آپؐ کے جسم کو لاشوں کے نیچے سے نکالا تو معلوم ہوا کہ آپؐ زندہ ہیں۔ اسی وقت پھر لشکر اسلام جمع ہونا شروع ہو گیا۔ اور دشمن بھاگ گیا۔

اُس وقت ایک مسلمان سپاہی اپنے ایک رشتہ دار کو نہ پا کر میدان جنگ میں تلاش کرنے لگا۔ آخر اسے میدان جنگ میں اس حالت میں پایا کہ اُس کی دونو

لاتیں کٹی ہوئی تھیں۔ اور سب جسم زخمی تھا اور اس کی آخری حالت معلوم ہوتی تھی۔ اس کو دیکھتے ہی اس زخمی نے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ آپؐ خیریت سے ہیں۔ یہ بات سُن کر اس کا چہرہ خوشی سے ٹمٹما اُٹھا۔ اور اس نے کہا کہ اب میں خوشی سے جان دوں گا۔ پھر اس عزیز کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ میری ایک امانت ہے جو میرے عزیزوں کو پہنچا دینا۔ اور وہ یہ ہے کہ اُن سے کہنا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس کی حفاظت تمہارے ذمّہ ہے۔ دیکھنا اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرنا۔ اور یہ کہتے ہوئے مُسکرا کر جان دے دی۔

یہ تو مردوں کی وفاداری کا حال ہے عورتیں بھی اس سے کم نہ تھیں۔ مدینہ میں بھی یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ آپؐ شہید ہو گئے ہیں۔ اور سب عورتیں اور بچّے شہر سے نکل کر میدان جنگ کی طرف گھبرا کر چل پڑے تھے۔ اتنے میں ان کو اسلامی لشکر مِلا۔ جو خوشی سے آپؐ سمیت واپس لوٹ رہا تھا۔ ایک عورت نے ایک سپاہی سے آگے بڑھ کر پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

اسے چونکہ معلوم تھا کہ آپؐ خیریت سے ہیں اس نے اس کی پرواہ نہ کی اور کہا کہ تیرا باپ مارا گیا ہے۔

اُس عورت نے کہا کہ میں تجھ سے اپنے باپ کے متعلق نہیں پوچھتی۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت پوچھتی ہوں۔

اس نے پھر بھی پروانہ کی۔اور کہا کہ تیرے دونوں بھائی بھی مارے گئے ہیں۔
اس نے پھر چڑ کر کہا کہ میں تجھ سے بھائیوں کے متعلق نہیں پوچھتی۔اس نے کہا کہ وہ تو خیریت سے ہیں۔

اس پر اس عورت نے کہا۔الحمدللہ! اگر آپؐ زندہ ہیں تو سب دنیا زندہ ہے۔ مجھے پرواہ نہیں کہ میرا باپ مارا گیا ہے یا میرے بھائی مارے گئے ہیں۔

یہ اخلاص اور یہ محبت اُس کامل نمونہ کے بغیر جو آپؐ نے دکھایا ہے۔اور اُس گہری محبت کے بغیر جو آپؐ کو بنی نوع انسان سے تھی۔کس طرح پیدا ہوسکتا ہے؟

اسی طرح ایک دفعہ اسلامی لشکر ایک پہاڑی راہ سے گزر رہا تھا جس کے دونوں طرف دشمن کے تیر انداز چھپے ہوئے تھے۔مسلمانوں کو اس جگہ کا علم نہ تھا۔ ایک تنگ سڑک درمیان سے گزرتی تھی۔جب اسلامی لشکر عین درمیان میں آ گیا تو دشمن نے تیر مارنے شروع کئے۔اس اچانک حملہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ گھوڑے اور اونٹ اڑ کر دوڑ پڑے۔اور سوار بے قابو ہو گئے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار ہزار دشمن تیر اندازوں کے اندر صرف ۱۶ آدمی سمیت رہ گئے۔ باقی سب لشکر پراگندہ ہو گیا۔آپؐ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔اور دشمن کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔جو ساتھی باقی رہ گئے تھے وہ گھبرا گئے۔اور اُتر کر آپؐ کے گھوڑے کی باگیں پکڑ لیں۔اور کہا۔جناب اس وقت دشمن فاتحانہ بڑھا چلا آ رہا ہے۔ اسلامی لشکر بھاگ چکا ہے۔آپ کی جان پر اسلام کا مدار ہے پیچھے ہٹیئے تا کہ

اسلامی لشکر کو جمع ہونے کا موقع ملے۔

آپؐ نے فرمایا کہ میرے گھوڑے کی باگ چھوڑ دو۔ اور پھر بلند آواز سے کہا۔ میں خدا کا نبی ہوں اور جھوٹا نہیں ہوں۔ کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا سکے؟

یہ کہہ کر دشمن کے لشکر کی طرف ان ۱۶ آدمیوں سمیت بڑھنا شروع کیا جو پیچھے رہ گئے تھے۔ مگر دشمن آپؐ کو نقصان نہ پہنچا سکا۔

پھر آپؐ نے ایک شخص کو جو بلند آواز والا تھا کہا کہ: بلند آواز سے کہو کہ اے اہل مدینہ! خدا کا رسول تم کو بُلا تا ہے۔

ایک صحابیؓ کہتا ہے کہ ہمارے گھوڑے اور اونٹ اس وقت سخت ڈرے ہوئے تھے اور بھاگے جاتے تھے۔ ہم ان کو واپس موڑتے تھے۔ اور وہ مُڑتے نہ تھے جس وقت یہ آواز آئی۔ اُس وقت یکدم ہماری حالت ایسی ہوگئی گویا ہم مردہ ہیں۔ اور خدا کی آواز ہمیں بلاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اُس آواز کے آتے ہی میں بیتاب ہوگیا۔ میں نے اپنے اونٹ کو واپس لے جانا چاہا۔ مگر وہ باگ کے کھینچنے سے دوہرا ہو جاتا تھا۔ میرے کان میں یہ آواز گُونج رہی تھی کہ خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ اونٹ مجھے دُور ہی دُور لے جاتا ہے تو میں نے تلوار نکال کر اُس کی گردن کاٹ دی۔ اور پیدل دیوانہ وار اس آواز کی طرف بھاگ پڑا۔ اور بے اختیار کہتا جاتا تھا کہ حاضر ہوں حاضر ہوں!!

وہ کہتا ہے کہ یہی حال سب لشکر کا تھا۔ جو سواری کو موڑ سکا وہ اس کو موڑ کر

آپؐ کے پاس آ گیا۔ اور جو سواری کو نہ موڑ سکا وہ سواری سے کُود کر پیدل دوڑ پڑا۔ جو یہ بھی نہ کر سکا اس نے سواری کو قتل کر دیا اور آپؐ کی طرف دوڑ پڑا۔ اور چند ہی منٹ میں سب لوگ اِسی طرح آپ کے گرد جمع ہو گئے جس طرح کہ کہتے ہیں کہ مُردے اِسرافیل کے صُور (بِگل) پر قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

آپؐ لڑائی میں ہمیشہ تاکید کرتے تھے کہ مسلمان کبھی پہلے خود حملہ نہ کرے۔ ہمیشہ دفاعی طور پر لڑے اور یہ کہ عورتوں کو نہ ماریں بچّوں کو نہ ماریں پادریوں کو نہ ماریں۔ بوڑھے اور معذوروں کو نہ ماریں۔ جو ہتھیار ڈال دیں ان کو نہ ماریں درخت نہ کاٹیں عمارتیں نہ گرائیں قصبوں اور گاؤں کو نہ لُوٹیں اور اگر آپؐ کو معلوم ہوتا کہ کسی نے ایسی غلطی کی ہے تو اس پر سخت ناراض ہوتے۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اہل مکّہ پر فتح دی تو مکّہ کے لوگ کانپ رہے تھے کہ اب نہ معلوم ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ مدینہ کے لوگ جنہوں نے خود اُن تکلیفوں کو نہ دیکھا تھا جو آپؐ کو دی گئیں مگر دوسروں سے سُنا تھا وہ آپؐ کی تکلیف کا خیال کر کے ان لوگوں کے خلاف جوش میں بھرے ہوئے تھے مگر جب آپ مکّہ میں داخل ہوئے سب لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ اے لوگو! آج میں اُن سب قصوروں کو جو تم نے میرے حق میں کئے ہیں معاف کرتا ہوں تم کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔

اگر جنگیں نہ ہوتیں اور آپؐ کو بادشاہت نہ ملتی تو آپؐ کامل نمونہ کس طرح

دکھاتے؟اور انسانی اخلاق کے اس پہلو کو کس طرح دکھاتے؟

غرض کہ جنگوں نے بھی آپؐ کے اخلاق کے ایک پہلُو سے پردہ اٹھایا اور آپؐ کی صلح اور امن سے محبت اور آپؐ کے رحم کو ظاہر کیا کیوں کہ سچا رحم کرنے والا اور عفو کرنے والا وہی ہے جسے طاقت ملے اور وہ رحم کرے اور سچا سخی وہی ہے جسے دولت ملے اور وہ اسے تقسیم کرے۔

آپؐ کو خدا تعالیٰ نے ظالم بادشاہوں پر فتح دی اور آپؐ نے انکو معاف کر دیا آپؐ کو اس نے بادشاہت دی اور آپؐ نے اس بادشاہت میں بھی غربت سے گذارہ کر کے اور سب مال حاجت مندوں میں تقسیم کر کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ آپ غربا کی خبر گیری کی تعلیم اس لئے نہیں دیتے تھے کہ آپؐ کے پاس کچھ تھا ہی نہیں۔ بلکہ آپؐ جو کچھ کہتے تھے اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

آپؐ نے زندگی کے ہر ایک لمحہ کو خدا کے لئے تکلیف اٹھانے میں خرچ کیا اور گویا آپؐ روز ہی خدا کے لئے مارے جاتے تھے۔

تریسٹھ سال کی عمر میں آپؐ نے وفات پائی۔ اور بیماری کی حالت میں بھی آپؐ کو یہی خیال تھا کہ کہیں لوگ میرے بعد شرک نہ کرنے لگیں۔ چنانچہ بیماریٔ موت میں آپؐ بار بار گھبرا کر فرماتے تھے کہ خُدا بُرا کرے اُن لوگوں کا جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت کی جگہ بنا لیا ہے۔ یعنی اپنے نبیوں کو اُلوہیت کی صفات دے کر اُن سے دعائیں وغیرہ مانگتے ہیں۔ جس سے آپ کا

مطلب یہ تھا کہ مسلمان ایسا نہ کریں اسی طرح شرک کی تردید کرتے ہوئے آپ ؐ اپنے پیدا کرنے والے سے جا ملے اور باوجود اس کے لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ سب سے زیادہ شرک مٹانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انہوں نے اپنی سب عمر اسی کام میں خرچ کی ہے اور دنیا میں جو خیالات توحید کے نظر آتے ہیں وہ سب ان کی اور اُن کے مُتّبعین کی ہی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ
وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

حضرت علی

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
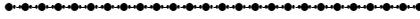
حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے خلیفہ تھے۔

آپؓ کے والد کا نام ابو طالب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔آپؓ قریش قوم میں سے تھے اور آپؓ کے قبیلہ کا نام بنو ہاشم تھا۔

آپؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔آپؓ ہجرت سے ۲۱ سال قبل پیدا ہوئے۔آپؓ دس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔اور سابقین الی الاسلام میں سے تھے۔اور عالم ربّانی اور مشہور جوانمرد اور زاہد تھے۔

علاوہ ان خصوصیّات کے آپؓ کو یہ فضیلت بھی حاصل تھی کہ ہجرت کی رات آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ آپؐ کے بستر پر گذاری جس سے کُفار کو یہ شبہ رہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی لیٹے ہوئے ہیں اور پھر تمام وہ امانتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے سپرد فرمائیں تھیں ادا کر کے ہجرت کی۔مدینہ پہنچنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمۃُ الزہراءؓ سے آپؓ کی شادی کر دی۔اس طرح پر آپؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا۔

آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے غزوہ تبوک کے باقی تمام غزوات (جنگوں) میں شامل ہوئے اس موقعہ پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی آپؓ کو فرمایا تھا کہ تم مدینہ میں رہو۔

چونکہ آپؓ بہادر تھے اس لئے آپؓ نے عرض کیا کہ آپؐ مجھے عورتوں اور بچّوں پر خلیفہ بناتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیا تو راضی نہیں ہوتا کہ میں تجھ کو وہ مرتبہ دیتا ہوں جو کہ موسیٰؑ نے ہارون کو دیا تھا جبکہ وہ پہاڑ پر جاتے ہوئے ان کو خلیفہ بنا گئے تھے۔ لیکن ہارونؑ تو موسیٰؑ کے بعد نبی تھے مگر تو میرے بعد نبی نہیں[1]۔

اور آپؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر فرما کر فرمایا کہ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزَلَةِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ۔

آپؓ نے تمام جنگوں میں کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ کئی جنگوں میں

---

[1] قَالَ(عَلَیْهِ السَّلَامُ) یَا عَلِیُّ اَمَا تَرْضیٰ اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ کَھَا رُوْن مِنْ مُوْسیٰ غَیْرَ اِنَّکَ لَسْتَ نَبِیًّا۔ (طبقات کبیر جلد۵ ص۱۵)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے علی! کیا تُو خوش نہیں کہ تو میرے بعد ایسا ہی خلیفہ ہے جس طرح موسیٰ کے بعد ہارون تھے مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد تُو نبی نہیں گویا لَسْتَ نَبِیًّا نے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب عام نہیں تھا بلکہ وہ خاص حضرت علیؓ کے لئے تھا۔

[2] تو میرے بعد میری غیر حاضری میں میرا خلیفہ ہوگا۔ جس طرح پر حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت ہارونؑ خلیفہ تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو علمبردار بنایا۔

خیبر کے موقعہ پر آپؓ کے ہاتھ میں جھنڈا دے کر فرمایا کہ فتح اِس کے ہاتھ پر ہوگی۔ اور ایسا ہی ہوا۔

آپؓ بنو ہاشم میں سے پہلے خلیفہ تھے۔ آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی تھے۔

آپؓ کی شجاعت اور بہادری کا سکہ تمام مخالفین وموافقین پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپؓ اس قدر بہادر تھے کہ لڑائیوں میں خوفناک مقامات میں بے خوف و بے خطر گُھس جاتے اور شدائد اور تکالیف کی مطلق پروانہ کرتے تھے۔ خصوصًا آپؓ کی شجاعت اس واقعہ سے ثابت ہوتی ہے جس دن آپؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر رات گذاری۔

آپؓ فِقہ کے لحاظ سے بھی مُمتاز درجہ رکھتے تھے۔ کیونکہ آپ بچپن سے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اور آپ سے قرآن سیکھا۔ چنانچہ خلفاء ثلاثہ (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ) کئی اختلافی مسائل میں آپؓ کی رائے پر ہی عمل کرواتے تھے۔

اسی طرح آپ فصاحت میں بھی ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپؓ کی فصاحت آپؓ کے خُطبات اور خطوط سے اظہر من الشّمس ہے۔

آپؓ نے نو شادیاں کیں اور سب سے پہلے آپؓ کی شادی حضرت فاطمہؓ

الزہراءؓ سے ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سے شادی کے بعد آپؓ نے ابوجہل کی لڑکی سے شادی کرنی چاہی تو آپؐ نے فرمایا کہ میری لڑکی کو طلاق دے دو۔ کیونکہ عدُوّ اللہ (اللہ کے دشمن) اور حبیبُ اللہ (خدا کے دوست) دونوں کی لڑکیاں ایک آدمی کے ماتحت نہیں رہنی چاہئیں۔ اس پر آپؓ نے شادی نہ کی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؓ نے ابوجہل کی لڑکی سے شادی کی جبکہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ فوت ہو چکی تھیں۔ ان کی زندگی میں آپؓ نے کسی اور عورت سے شادی نہیں کی۔

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سے آپؓ کے چار بچّے حضرت حَسنؓ۔ حضرت حُسَینؓ۔ حضرت زَینب کُبریٰؓ۔ حضرت اُم کلثوم کُبریٰؓ پیدا ہوئے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ کا بہت بڑا رُتبہ تھا۔ چنانچہ احادیث میں آپؓ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشادات درج ہیں۔ جن سے آپؓ کے علُوِّ مرتبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ فرمایا:-

لَا یُحِبُّ عَلِیًّا مُنَا فِقٌ وَلَا یُبْغِضُهٗ موْمِنٌ[1] (ترمذی) اور فرمایا مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ[2] (ترمذی) اور فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔

---

[1] کوئی منافق ایسا نہیں جو حضرت علیؓ سے محبت رکھتا ہو اور کوئی مومن نہیں جو اُن سے بُغض رکھتا ہو۔

[2] جس نے حضرت علیؓ کو بُرا کہا اُس نے مجھے برا کہا۔

جب حضرت عُثمانؓ کی شہادت کے بعد آپؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت طلحہؓ، حضرت زُبیرؓ اور حضرت عائِشہؓ اور آپ کے ساتھیوں نے مل کر حضرت عُثمانؓ کے قاتِلوں کا مطالبہ کیا۔ تا وہ اُن سے حضرت عُثمانؓ کا بدلہ لیں۔ مگر حضرت علی کرّم اللہ وجہہ اس خیال میں اُن سے مُتّفق نہ تھے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو معذور سمجھتے تھے۔ آخر کار بصّرہ کے مقام پر فریقَین کی سخت لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کو جنگ جمل کہتے ہیں۔ جس میں دس ہزار آدمی اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زُبیرؓ قتل ہوئے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ اور امیر مُعاوِیہؓ کے لشکر مقام صفین پر جمع ہوئے۔ اور کسی جنگ ہوئے بغیر آپس میں صلح ہوگئی۔

اس کے بعد خوارج نے بغاوت کی۔ اُن سے آپؓ نے کئی جنگیں کیں۔ اسی دوران میں عُمرو بن العاص نے ایک چال کھیل کر آپؓ کو معزُول قرار دیا اور مُعاویہؓ کو خلیفہ بنا دیا۔ جس کی تفصیل یہ تھی:-

جنگ صفین میں حضرت علیؓ کا پلّہ بھاری تھا۔ مگر عمرو بن العاص کے مشورہ سے حضرت معاویہؓ کی فوج نے قرآن نیزوں پر بلند کر دیا۔ اس لئے حضرت علیؓ کی فوج قرآن کریم کو دیکھ کر جنگ سے رُک گئی۔ حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو بہتیرا سمجھایا کہ یہ تمہیں دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ اور یہ ایک چالاکی ہے۔ جو تمہارے ساتھ کھیلی جا رہی ہے۔ وہ قرآن صامِت ہے اور میں قرآن ناطِق ہوں۔

اس کے بعد فساد زیادہ بڑھ گیا۔ اور مُفسِدوں نے آپؓ کے قتل کی ٹھان لی۔

یہاں تک کہ ابن ملجم نے قطان بنت شجنہ کے کہنے سے جو ایک نہایت خوبصورت عورت تھی۔ جس کے باپ اور بھائی کو حضرت علیؓ نے یوم النّہر میں قتل کیا تھا۔ اور جس سے وہ شادی کرنا چاہتا تھا۔ مگر اُس نے کہا کہ میں تم سے اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک حضرت علیؓ کا سر میرے پاس نہیں لاؤ گے۔

چنانچہ وہ بدبخت کوفہ میں آیا اور ۱۵/رمضان المبارک کو جبکہ حضرت علیؓ صبح کی نماز کے لئے تشریف لا رہے تھے آپؓ پر حملہ کیا جس سے آپؓ کے سر کے پچھلے حصہ میں ایک کاری زخم آیا اور آپؓ سترہ رمضان المبارک کو اسی زخم کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

اُس وقت آپؓ کی عمر ۵۸ برس کی تھی۔ آپؓ نے قریبًا چار سال ۹ ماہ خلافت کی اور کُوفہ میں دفن کئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

حضرت مسیح مَوعُود
عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت میرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعودومہدی معہود علیہ الصلٰو ۃ والسلام کو اس زمانہ میں لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ اورلوگوں کوآپؑ پرایمان لانے کاحکم دیاہے۔ جوشخص آپ کومسیح موعوداورامام مہدی معہودنہیں مانتاوہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اوراس کےرسول حضرت محمدصلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں مانتا کیونکہ آپؑ کےآنے کی خبراورآپؑ پرایمان لانے کا ارشادبھی اللہ تعالیٰ اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایاہےاوریہ ہوبھی کس طرح سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو حضرت مسیح موعودعلیہ الصّلٰو ۃ والسّلا م کوحکم دے کہ تواس زمانہ میں میرامامور اور مُرسَل ہےاورلوگوں کوحکم دے کہ آپؑ پرایمان لائیں مگرلوگ آپؑ پر ایمان نہ لائیں اورپھربھی اللہ تعالیٰ کےفرمانبرداراورمومن ہی کہلائیں؟

وہ لوگ جوآپؑ پرایمان نہیں لاتے اُنھوں نے آپؑ کے درجہ اورمرتبہ کو شناخت ہی نہیں کیا۔ اگران کوآپؑ کے درجہ اورمرتبہ کاعلم ہوتا تو وہ یقیناً آپؑ پر ایمان لانے سے پیچھے نہ رہتے۔

آپؑ اللہ تعالیٰ کےمسیح اورجری اللہ فی حُللِ الانبیاءاورتمام اُمتوں کےموعود ہیں۔ ہرنبی نے اپنے اپنے زمانہ میں آپؑ کےآنے کےمتعلق پیشگوئی کی ہے۔

اور اپنی اپنی اُمّت کو آپؑ پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بہت بابرکت وجود قرار دیا ہے۔ اور آپؑ پر ایمان لانے کی تاکید اور آپؑ کی مدد کرنے کا ارشاد فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ جب وہ ظاہر ہو تو اُسے میرا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا جائے۔ اسی لئے گزشتہ زمانہ کے تمام مسلمان یہ خواہش رکھتے رہے ہیں کہ وہ آپؑ کے زمانہ میں ہی ہوں۔ تا وہ آپؑ پر ایمان لائیں۔ اور سعادت دارین حاصل کریں۔ اور تو اور بڑے بڑے اولیاء نے بھی آپؑ کے دیکھنے کی خواہش کی ہے۔

کاش! لوگ اپنی آنکھیں کھولیں۔ اور آپؑ کے درجہ اور مرتبہ کو سمجھیں۔

جس قدر نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؑ کے ظہور کے متعلق بیان فرمائے ہیں وہ سب پورے ہو چکے ہیں۔

آپؑ جُمعہ کے روز توام پیدا ہوئے۔ اور چودھویں صدی کے سر پر آپؑ مبعوث ہوئے۔ آپؑ کا نام بھی احمد ہے۔ فارسی الاصل بھی ہیں۔ رنگ گندم گوں ہے اور بال سیدھے ہیں۔ دمشق سے مشرقی طرف سفید منارہ کے قریب آپؑ کا نزول ہوا ہے۔ قادیان (کدعہ)[1] کی بستی سے آپؑ کا ظہور ہوا ہے۔ دجّال اور یاجُوج ماجُوج

---

[1] کدعہ اور قادیان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ ایک زبان کا لفظ جب دوسری زبان میں جاتا ہے تو اس زبان والے اپنی سہولت کے لئے اس کو اپنے لہجہ کے سانچہ میں ڈھال لیتے ہیں۔ جیسے عربی میں لنڈن کو لُنْدَرَا اور انگلستان کو اِنْکَلْتِرَا کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ لفظ بھی ہے۔ منہ

(روس اور انگریز پادری) ایک جزیرہ سے جہاں صدیوں سے جکڑے ہوئے اور پا بزنجیر تھے نکل چکے ہیں۔ اور دنیا کے اکثر حصّے پر ان کی حکومت ہے۔ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں۔

اس کا گدھا (ریل۔ موٹر وغیرہ) ساری دنیا کا صبح و شام سیر کرتا ہے، اور اونٹ جو دُور دراز مُلکوں میں تجارت کے لئے جاتے تھے اپنے اس کام سے مُعطّل ہو چکے ہیں۔

اس کے پرندے (ہوائی جہاز) ساری دنیا میں اُڑتے ہیں۔

اس کے زندہ کئے ہوئے مُردے (گراموفوں) بول رہے ہیں۔ اور خوشی کے گیت گاتے ہیں۔

کان اس کے بڑے بڑے ہیں۔ مشرق اور مغرب کی باتیں سُنتے ہیں۔ (ٹیلی گراف۔ ٹیلی فون۔ وائرلس۔ ریڈیو کاسٹ وغیرہ)۔

اور دنیا میں تجارت کرتے ہیں۔ اور ایک عاجز بندہ (حضرت مسیحؑ) کو خدا بنا رکھا ہے۔

۱۳ اور ۲۸ تاریخ کو ۱۸۹۴ء میں رمضان کے مہینہ میں چاند و سورج کو گرہن لگ چکا ہے۔

دُم دار ستارہ کا طلُوع ہو چکا ہے۔

دابّۃُ الارض (طاعون) مُدّت سے ظاہر ہو کر اپنا اثر دکھا چکی ہے۔

خسف اور مسخ (زلزلوں اور لڑائیوں) نے کمال کر دکھایا ہے۔ اور ہر روز یہی سننے میں آتا ہے کہ آج فلاں علاقہ اور کل فلاں ملک تباہ ہو گیا یا زمین میں دب گیا ہے۔ قسم قسم کی بیماریاں آ رہی ہیں۔

مسلمانوں کے ۷۳ فرقے ہو چکے ہیں۔ نہ ان کی کوئی طاقت ہے۔ نہ عظمت نہ رُعب نہ شوکت۔ سلطنتیں سب ان کے ہاتھوں سے نکل کر غیروں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہیں۔ مسلمان نام کے رہ گئے ہیں۔ ان نشانوں کے بعد کوئی نیک بخت آپ کی صداقت میں شُبہ نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ہر رنگ میں آپ پر بڑا فضل تھا عزّت آپ کو دی۔ شُہرت آپ کو دی۔ اولاد اور پھر وہ اولاد جو خاص روحانی اور جسمانی خوبیوں کی مالک ہے۔ وہ آپؑ کو دی۔ مال بھی دیا جائدادیں بھی دیں۔ لاکھوں کی آپؑ کو جماعت بھی دی۔

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کے نام یہ ہیں:-

پہلی بیوی سے:- مرزا سُلطان احمد۔ مرزا فضل احمد۔

حضرت اُمّ المومنین سے:- عصمت۔ بشیر اوّل۔ میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی۔ شوکت۔ میرزا بشیر احمد۔ میرزا شریف احمد۔ میرزا مبارک احمد۔ مبارکہ بیگم۔ امتہ النصیر۔ امتہ الحفیظ۔

آپ نے وفات کے وقت مندرجہ ذیل اولاد چھوڑی:- مرزا سلطان احمد مرحوم۔ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی۔ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت میرزا شریف احمد صاحب۔ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حفیظ بیگم صاحبہ سلّمہم اللہ تعالیٰ۔

اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ آپؑ کو اپنا قرب عطا فرمایا۔ اور درجہ مسیحیت و مہدویّت ونبوّت آپ کو عطا فرمایا۔ اور ہزار ہا معجزات دئے۔ قرآن شریف خود آپؑ کو پڑھایا۔ اور ایسے ایسے عُلوم کا آپؑ پر انکشاف کیا کہ دنیا دنگ اور عقل حیران ہے۔

دُعائیں آپؑ کی سُنی جاتی تھیں۔ وحی الٰہی کا سلسلہ جاری تھا۔ بڑے بڑے دشمنوں سے مقابلے ہوتے تھے۔ اور فتح ونُصرت آپؑ کا ساتھ دیتی تھی۔ کئی جو آپؑ کو ذلیل کرنے کی نیّت سے اٹھے تھے۔ خود ذلیل ہو گئے۔ اور آپؑ کو خدا کی طرف سے عزّت کے خطاب ملے۔ دنیا چاہتی تھی کہ آپؑ کو قتل کر دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تجھے کوئی قتل نہیں کر سکے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔

دنیا کو آپ سے روکا جاتا تھا۔ مگر خدا نے اپنے پاک بندوں کو پروانوں کی طرح جو شمع پر جان نثار کرتے ہیں۔ لاکر آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔[1]

دنیا چاہتی تھی کہ آپ کا نام دنیا میں نہ پھیلے مگر اللہ تعالیٰ نے وَاللّٰہُ مُتِمُّ

---

[1] مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہید۔ صاحبزادہ سید عبداللّطیف صاحب شہید۔ وغیرہم بھی انہی پروانوں میں سے تھے جو آپ پر جان نثار کرنے کی وجہ سے ملک کابل میں شہید کیئے گئے۔ مگر انہوں نے استقامت کا وہ نمونہ دکھایا کہ جس کی نظیر سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔ مِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ط

نُورِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ [1] ۔کے ماتحت آپ کی تبلیغ کوزمین کے کناروں تک پہنچا دیا۔اور ہر قسم اور ہر طبقہ کے لوگ، بڑے اور چھوٹے، امیر اور غریب، سیاہ اور سفید، زرد اور سُرخ آپؑ کی جماعت میں داخل کر دِئے۔اور وہ دن دور نہیں جبکہ آپؑ کی پیشگوئیوں کے ماتحت بادشاہ بھی آپؑ کے اس سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَ عَلٰی مُطَاعِہِ الصلوۃُ وَالسلَامُ۔

مبارک ہے وہ! جس نے آپؑ کے زمانہ کو پایا اور آپؑ پر ایمان لایا۔

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَا کْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ط رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِ یًا یُّنَادِیْ لِلْاِ یْمَانِ اَنْ ط اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰ مَنَّا, رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَ فَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۔ [2]

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●
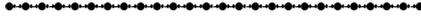
[1] (ترجمہ) اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کامل طور پر پھیلا کر رہے گا اگرچہ کافروں کو بُرا ہی کیوں نہ لگے۔

[2] اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے۔پس تُو ہمارا نام شاہدین (گواہوں) میں درج کر لے۔اے ہمارے رب! ہم نے تیرے نبی کی آواز سُنی۔جو یہ منادی کر رہا تھا کہ اے لوگو! تم اپنے رب پر ایمان لاؤ۔پس ہم ایمان لے آئے۔اس لئے اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے۔اور ہماری بُرائیاں ہم سے دور کر دے۔اور ہمیں نیک کر کے وفات دے۔(آمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ایک ایسی ذات ہے جو حیّ وقیّوم ہے۔ باقی سب چیزیں اپنے اپنے وقت مقررہ پر موت کا پیالہ پی کر اس جہاں سے کوچ کر جاتی ہیں۔ اسی سُنّت کے مطابق ہر نبی اپنی طبعی عمر پا کر اس جہاں سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اور ان کے پیچھے ان کی جماعت رہ جاتی ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جب تک اتّحاد۔ اتّفاق اور تنظیم نہ ہو کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک ہر ایک کا ایک ہی قبلہ اور مرکز نہ ہو۔ تو سخت گڑ بڑ اور ابتری پھیل جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی جماعتوں کو تشتّت اور افتراق سے بچانے کے لئے یہ انتظام کیا ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کا کوئی جانشین مقرر کر دیتا ہے۔ تا وہ سب اس کی بیعت اطاعت کر کے ایک ہی سِلک میں مُنسلک ہو جائیں۔ اُس وجود کو جو نبی کا جانشین ہوتا ہے خلیفہ کہتے ہیں۔

خلیفہ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے نہایت ضروری قرار دیا ہے۔ اور اس کے وجود کو نبی کے وجود کا قائم مقام قرار دیا ہے۔ اور اس کی بیعت نہ کرنے والے کو فاسق کہا ہے۔

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کچھ عرصہ تک آپؐ کی خلافت چلی۔ اور مسند خلافت پر آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق یکے بعد دیگرے باتّفاق

رائے مومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خُلفاء مقرر ہوئے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے بعد آپؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق باتّفاق رائے مومنین حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور آپؓ کی وفات کے بعد ۱۹۱۴ء سے حضرت میرزا بشیر الدّین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی قرار پائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثّانی جو حُسن واحسان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے نظیر ہیں۔ جماعت احمدیہ کے لئے ایک نہایت ہی بابرکت وجود ہیں۔

جماعت احمدیہ کی موجودہ ترقی (اس وقت دس اور پندرہ لاکھ کے درمیان تعداد ہے) اور جماعت کی تنظیم (کہ اس وقت ۷۱۱ باقاعدہ انجمنیں قائم ہیں)۔ اور ان کا ۱۳ لاکھ روپیہ سالانہ بجٹ ہے۔ یہ سب آپ ہی کی برکت اور آپ کا ہی قابلِ تعریف کام ہے۔ جس وقت آپ مسندِ خلافت پر مُتمکن ہوئے اس وقت ایسا انتظام اور کام نہ تھا۔

آپ کی خلافت سے قبل ہندوستان سے باہر غیر مُمالک میں کوئی مشن نہ تھا، سوائے لندنؔ مشن کے۔ مگر اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے نہ صرف پینتالیس مشن ہی غیر مُمالک یعنی انگلستانؔ۔ شمالی امریکہؔ۔ مغربی افریقہؔ۔ مشرقی افریقہؔ۔ بلاد عربیہؔ۔ جزائر شرق الہندؔ۔ ماریشسؔ میں باقاعدہ کام کر رہے ہیں۔

بلکہ ۴۸ با قاعدہ جماعتیں بھی قائم ہیں۔ جو روز بروز ترقی کر رہی ہیں۔ اور ہر چڑھنے والا دن اپنے ساتھ ترقی اور مزید اضافہ کی خوشخبری لاتا ہے۔

ایک دن وہ بھی تھا کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کا صرف ایک سکرٹری ہی سکرٹری تھا مگر آج خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ دن ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت آپ کی قائم کردہ متعدّد نظارتیں[۱] ہیں۔ ہر ایک نظارت کا ایک ناظِر ہے۔ جس کے ماتحت الگ الگ عملہ ہے۔ مگر کام اس قدر ہے کہ روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

ایک دن وہ بھی تھا کہ جماعت احمدیہ کا کوئی اخبار قادیان سے نہیں نکلا کرتا تھا۔ پھر اس کے بعد قادیان سے الحکم۔ البدر اور تشحیذ بعدہٗ الفضل اور دو رسالے ریویو آف ریلیجنز نکلا کرتے تھے۔ مگر آج خدا کے فضل سے وہ دن ہے کہ صرف قادیان سے ہی ۹ اخبارات و رسالہ جات نکل رہے ہیں۔ اور باقی ہندوستان۔ لندن۔ امریکہ۔ حیفا۔ فلسطین۔ مشرقی افریقہ۔ سماٹرا۔ ماریشس وغیرہ سے نکلنے والے اخبارات و رِسالہ جات علیحدہ ہیں۔

---

۱ (۱) نظارت تعلیم و تربیت۔ (۲) نظارت دعوۃ و تبلیغ۔ (۳) نظارت مقبرہ بہشتی۔ (۴) نظارت امور عامہ۔ (۵) نظارت امور خارجہ۔ (۶) نظارت خاص۔ (۷) نظارت بیت المال۔ (۸) نظارت ضیافت۔ (۹) صیغہ تحریک جدید۔ اور ان سب نظارتوں کی نگرانی کے لئے نظارت اعلیٰ ہے۔

بیعت کی رفتار اگر دیکھی جائے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے یَدْ خُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا[1]۔ کا نظّارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

جلسہ سالانہ[2] پر حاضری کی تعداد اگر دیکھی جائے تو یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ وَیَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کا نظارہ دیکھ کر ہر ایک احمدی شکر الٰہی میں سرشار اور محبت الٰہی کے نشہ میں مخمور ہو کر بے اختیار اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَ عَلٰی مُطَاعِہِ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلَام کا ورد کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب پیشگوئیاں مثلاً وہ (آپ) مسیح[3] علیہ السّلام کا مثیل ہوگا۔ قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔ اور وہ زمین کے کناروں تک شُہرت پائے گا۔ آپ کے وجود باجُود میں ہمارے سامنے پوری ہو رہی ہیں۔

آپ کی معجزانہ تقاریر بچپن سے آج تک آپ کے دشمنوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال رہی ہیں۔ فصاحت و بلاغت کے علاوہ حقائق و معارف کا دریا اُمڈتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب سے آپ کو خلافت کے منصب پر فائز کیا ہے ہر خُطبہ جُمعہ اور ہر خُطبہ نِکاح نیا۔ ہر تقریر نئی[4]۔ اور ہر لیکچر نیا اور اچھوتا ہے۔

---

[1] ترجمہ۔ اللہ کے دین میں فوج در فوج لوگ داخل ہو رہے ہیں۔

[2] گزشتہ جلسہ سالانہ ۱۹۳۵ء پر آنے والوں کی تعداد ۴۰ ہزار کے قریب تھی۔

[3] یُکَلِّمُ النَّاسُ فِی الْمَھْدِ وَ کَھْلًا اور اٰتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا۔

[4] ہستی باری تعالیٰ۔ ملائکۃ اللہ۔ تقدیر الٰہی۔ دنیا کا محسن۔ فضائل القرآن۔ ذکر الٰہی۔

ایک عرصہ ہوا کہ رمضان شریف کے آخر میں مُعوّذتین (قرآن شریف کی آخری دوسُورتوں) کا درس حضور سے سُنتے چلے آرہے ہیں۔مگر ہر سال نئے نئے حقائق اور نئے نئے معارف ہوتے ہیں۔اور پھر تعجب پر تعجب کہ ظاہری تعلیم بھی کوئی نہیں۔اور تیاری وعدم تیاری کا کوئی سوال نہیں۔

تب بے اِختیار یہی مُنہ سے نکل جاتا ہے[1]۔

چوں دورِ آں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

اگر تحریر دیکھو تو آپ کے قلم کے آگے تلوار کیا حقیقت رکھتی ہے؟ جو کتابیں آپ نے لکھی ہیں وہ اپنا جواب آپ ہیں۔قلم میں روانی کہ الامان! تُحفہ شہزادۂ ویلز[2] پڑھو تو معلوم ہو کہ انجیل لکھ دی ہے۔دعوۃُ الامیر دیکھو تو علم کلام کا دریا کوزہ میں بند کر دیا ہے۔اگر احمدیت یعنی حقیقی اسلام پڑھو تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اگر اس زمانہ میں کسی کو اسلام کا اجمالی اور تفصیلی علم ہے تو صرف آپ کو۔

غرضیکہ کوئی کتاب آپ کی تصنیف شُدہ دیکھو ایک غیر معمولی طاقت پیچھے کام

[1] نعمت اللہ ولی مرحومؒ جو ۵۶۰ھ میں گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں۔جب مسیحؑ ومہدیؑ موعود جس کا نام احمد ہوگا اُس کا دور پورا ہو جائے گا تو اس کے بعد اس کا بیٹا اس کی یادگار ہوگا۔

[2] موجودہ ملک معظّم ایڈورڈ ہشتم قیصر ہند۔حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے تحفہ قیصریہ بحضور ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند پیش کیا اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے تحفہ شہزادہ ویلز۔

کرتی نظر آتی ہے جو دنیا میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ وہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ۔

احمدیت وہی کتاب ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پیشگوئی ازالہ اوہام میں موجود ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں خاص شہر لندن میں ایک منبر پر تقریر کر رہا ہوں۔ یہ وہی پیشگوئی ہے جو آپ کے وجود باجود کے ذریعہ سے پوری ہوئی۔ جب آپ لندن تشریف لے گئے۔ اور آپ کی یہ تقریر کانفرنس مذاہب عالم میں پڑھی گئی۔[1]

اور یہ وہی کتاب ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اسلام کے متعلق ایک کتاب لکھی جائے۔ جس میں اسلام کو صحیح طور پر پیش کیا گیا ہو۔ فَسُبْحَا نَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ وَقَطَعَ اُنُوْفَ الْاَعَادِیْ بِالْاَیَادِیْ۔

آپ کے ذریعہ سے دنیا کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تبلیغ پہنچی ہے۔ اور آپ ہی وہ وجُود باجود ہیں جس نے دنیا کے کناروں تک شہرت پائی۔ اور آپ ہی کا وجود باجود ہے جس کے ذریعہ قوموں نے آپ کے حلقہ غلامی میں آکر اور آپ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر ایمان لاکر برکت پائی۔ وَ نَحْنُ اَیْضًا مِّنْھُمْ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ والصلوٰۃ وَالسَّلَامُ علی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ۔

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بھی تقریر تحریر فرمایا کرتے تھے اور پھر وہ مجمع میں پڑھی جایا کرتی تھی۔ حضور خود نہیں پڑھا کرتے تھے۔ بعینہٖ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ تقریر بھی ایسی ہے کہ لکھی آپ نے ہے اور پڑھنے والا آپ کا ایک خادم تھا۔ منہ

قرآن شریف کی باتیں

۱۔اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرو۔

۲۔اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو۔

۳۔اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرو۔

۴۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہر فیصلہ مانو۔

۵۔شعائر اللہ کی عزّت کرو۔

۶۔جس وقت قرآن کریم پڑھا جائے تو اُسے خاموش ہو کر سُنو۔

۷۔لوگوں کے لئے نمونہ بنو۔

۸۔جماعت سے کبھی الگ نہ ہو۔

۹۔معاہدہ مت توڑو۔

۱۰۔کسی مسلمان بھائی کو حقیر مت سمجھو۔

۱۱۔نمازیں پابندی سے ادا کرو۔

۱۲۔جھوٹی اور فضول قسمیں مت کھاؤ۔

۱۳۔نیکیوں میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرو۔

۱۴۔ہمساؤں اور مسافروں سے نیک سلوک کرو۔

۱۵۔یتیموں کا مال مت کھاؤ۔

۱۶۔ دھوکہ سے کسی کا مال مت کھاؤ۔

۱۷۔ والدین، قریبی رشتہ دار، یتیموں اور مسکینوں پر اپنے اموال خرچ کرو۔

۱۸۔ کوئی ایسی چیز لاٹھی، تلوار وغیرہ ضرور تمہارے پاس ہونی چاہئے جس کے ذریعہ تم دشمن کے حملہ کو دور کر سکو اور اپنی حفاظت کر سکو۔

۱۹۔ سست اور کاہل مت بنو۔

۲۰۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے خوب تیار رہو۔

☆☆☆☆☆☆

حدیث شریف کی باتیں

۱۔ اِمام جو حکم دے وہی کرو۔

۲۔ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرو۔

۳۔ بدظنّی مت کرو۔

۴۔ تجسُّس مت کرو۔

۵۔ بِلا اجازت کسی کے گھر مت جاؤ۔ اگر جانا چاہو تو صاحب خانہ سے پہلے

اجازت لو۔

۶۔ جب تمہارے پاس کوئی مُعزّز آدمی آئے تو اس کی عزّت کرو۔

۷۔ دو شخص ہوں تو ان میں سے ایک کو علیٰحدہ کر کے اس سے بات مت کرو۔

۸۔ دو شخص باتیں کر رہے ہوں تو تم خواہ مخواہ ان میں دخل مت دو۔

۹۔ اگر تم سفر کر رہے ہو تو ایک کو اپنا امیر بنا لو۔

۱۰۔ بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کی خبر گیری اور پرورش کرو۔

۱۱۔ کھانا تھوڑا کھاؤ۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور پانی بھی دائیں ہاتھ سے پیو۔

۱۲۔ مہمان کو کھانا کھِلاؤ۔

۱۳۔ میزبان کے پاس اِتنی دیر مت ٹھہرو کہ اسے تکلیف ہو۔

۱۴۔ کسی کی جھوٹی تعریف مت کرو۔

۱۵۔ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے جھوٹی بات مت کرو۔

۱۶۔ بیہودہ بکواس مت کرو۔

۱۷۔ نیک بات کرو ورنہ خاموش رہو۔

۱۸۔ جہاد کرو۔

۱۹۔ ایک جگہ سے دو دفعہ مت دھوکہ کھاؤ۔

۲۰۔ صحت اور فراغت کی قدر کرو۔

دُعَا

دعا اسلام کا ایک نہایت ہی اہم جزو ہے۔ جو شخص دعا نہیں کرتا وہ دعا کی حقیقت سے ہی ناواقف ہے۔ کیونکہ دعا ہی وہ حربہ ہے جس سے ہر کام سرانجام پاسکتا ہے۔
کِتنا ہی مشکل سے مشکل یا بڑے سے بڑا یا ناممکن سے ناممکن کام ہی کیوں نہ ہو وہ دعا کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ہمارا خدا ایک قادر خُدا ہے۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ کوئی چیز اس کے آگے مشکل نہیں۔ صرف بندہ کو اس کے در پر گرنے کی ضرورت ہے۔
وہ بڑا اَرْحَمُ الرّاحمین خدا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سُنتا ہے اور ان کو قبُول کرتا ہے۔
جب ہمارا خدا ایسا قادر خدا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کے آگے سربسجود نہ ہوں اور اپنی ہر ضرورت اس سے نہ مانگیں؟
یاد رکھو! کوئی کام سرانجام نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہو۔ اور اس کی مدد کو شامل حال کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس سے مدد مانگیں۔
پس ہر وقت دعا مانگنا اور ہر کام کرتے وقت اس سے مدد طلب کرنا ہمارا فرض ہے۔ تا ہمارا ہر کام احسن طریق پر سرانجام اور بابرکت ہوسکے۔
فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّا كَ نَعْبُدُ وَاِيَّا كَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآ لِّيْنَ۔ (آمین)

خاکسار: چودھری محمد شریف مولوی فاضل

قادیان

درسِ توحید

(از حضرت مسیح موعود علیہ السّلام)

۱۔اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے
۲۔چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حُکم خدا کے سامنے
۳۔مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
رنج وغم یاس و الم فِکرو بلا کے سامنے
۴۔بارگاہ ایزدی سے تُو نہ یُوں مایُوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کُشا کے سامنے
۵۔حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
۶۔چاہئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دُوئی!
سر جھکا بس مالکِ ارض وسما کے سامنے
۷۔چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے
۸۔راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب
نائب ناظر تعلیم وتربیت فرماتے ہیں[1]

''مولوی محمد عنایت اللہ صاحب نے ایک سلسلہ کتب اسلام شائع کیا ہے۔ یہ کتب مولوی محمد شریف صاحب مولوی فاضل کی تصنیف کردہ ہیں۔ اس سے قبل ہماری جماعت میں اِس نوعیت کی کتب شائع نہیں ہوئیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتب نہ صرف بچوں کے لئے مفید ہوں گی بلکہ بڑی عمر کے لوگ بھی ان سے مستفید ہوسکیں گے۔

اس سلسلہ کتب میں اسلامی مسائل کے علاوہ اسلامی تاریخ بھی شامل ہے۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خصوصی مسائل بھی ساتھ ساتھ بیان کئے گئے ہیں''۔

---

[1] دیگر بزرگان کرام کی سلسلہ کتب اسلام کے متعلق شاندار آراء اسلام کی دوسری تیسری اور چوتھی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔منہ

سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد
خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ

جماعت احمدیہ کے تیسرے امام سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے (آکسن) رحمۃ اللہ علیہ ۱۶؍نومبر ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پوتے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ بچپن سے ہی آپ کی تربیت اُم المومنین حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا کی آغوش شفقت میں ہوئی۔

تعلیم

۱۷؍اپریل ۱۹۲۲ء کو صرف تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور عربی و اردو کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ جولائی ۱۹۲۹ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا اور ۱۹۳۴ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ اگست ۱۹۳۴ء میں آپ کی شادی حضرت سیدہ نواب منصورہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ۳؍دسمبر ۱۹۸۱ء کو حضرت سیدہ موصوفہ کی

وفات کے بعد ۱۱/ اپریل ۱۹۸۲ء کو آپ نے محترمہ سیدہ ڈاکٹر طاہرہ صدیقہ صاحبہ بنت محترم خان عبدالمجید خان صاحب سے عقد ثانی فرمایا۔ ۶/ستمبر ۱۹۳۴ء کو آپ مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے انگلستان تشریف لے گئے اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی۔اے۔کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ۹/نومبر ۱۹۳۸ء کو واپس قادیان تشریف لائے۔

قبل از خلافت ممتاز جماعتی خدمات

یورپ سے واپس تشریف لانے کے بعد سے لے کر منصب خلافت پر متمکن ہونے تک آپ نے مختلف وقتوں میں پروفیسر و پرنسپل جامعہ احمدیہ صدر و نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، پرنسپل تعلیم الاسلام کالج، صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ، صدر صدر انجمن احمدیہ اور متعدد دوسری حیثیتوں سے جماعت کی ممتاز اور نمایاں خدمات انجام دیں۔

انتخاب خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد ۸/نومبر ۱۹۶۵ء کو مجلس انتخاب خلافت نے آپ کو خلیفۃ المسیح الثالث منتخب کیا جس سے بنی اسرائیل کی مشہور حدیث طالمود کی پیشگوئی کہ جب مسیح فوت ہوگا تو اس کی روحانی بادشاہت پہلے اس کے بیٹے اور پھر اس کے پوتے کو ملے گی حرف بحرف پوری ہوئی۔

بابرکت تحریکات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے بابرکت دورِ خلافت میں جو اہم تحریکات جاری فرمائیں اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:-

(۱) دفتر سوئم تحریک جدید کا اجراء۔ (۲) فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ۔ (۳)نصرت جہاں ریزروفنڈ۔ (۴)لیپ فارورڈ پروگرام۔ (۵)تعلیم القرآن اسکیم۔ (۶) تحریک وقف جدید کی مالی ذمہ داری بچوں پر۔ (۷)صدسالہ جوبلی فنڈ۔ (۸)بدرسوم کے خلاف جہاد۔ (۹)مجلس موصیان کا قیام۔ (۱۰)ریٹائرڈ احباب کو وقف جدید میں کام کرنے کی تحریک۔ (۱۱)تسبیح وتحمید اور درود شریف پڑھنے کی تحریک۔ (۱۲)سورہ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات حفظ کرنے کی تحریک۔

تائید ونصرت الٰہی

خلافت ثالثہ کے بابرکت عہد میں جماعت نے تائید ونصرت الٰہی کے بے شمار نشان مشاہدہ کئے۔مثلاً (۱) گورنر جنرل گیمبیا سرایف سنگھاٹے کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے'' اورمحترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے ذریعہ حضور علیہ السلام کی پیشگوئی کہ میرے فرقہ کے لوگ علم اورمعرفت میں کمال حاصل کریں گے بڑی شان سے پوری ہوئی۔ (۲) ۱۹۶۷ء میں حضور نے ممالک یورپ کا

اور ۱۹۷۰ء میں ممالک مغربی افریقہ کا انتہائی کامیاب اور بابرکت سفر فرمایا۔ (۳) گوٹن برگ (سویڈن)، سرینگر (بھارت)، پیڈرو آباد (اسپین)، اوسلو (ناروے) اور بہت سے دوسرے مقامات پر عالیشان مساجد اور مشن ہاؤسوں کی تعمیر ہوئی۔ (۴) لنڈن میں عالمی کسرِ صلیب کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ (۵) مختلف زبانوں میں قرآن مجید اور اسلامی لٹریچر کی وسیع پیمانہ پر اشاعت ہوئی۔ (۶) ادائیگی حقوق طلباء کے بابرکت نظام کا اجراء عمل میں آیا۔ (۷) مرکزِ سلسلہ میں متعدد نئی عمارات کی تعمیر اور نئے اداروں کا قیام ہوا۔

پاکستان میں شدید مخالفت

پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ کیا۔ احمدیوں کو شہید کیا گیا۔ ان کا بائیکاٹ کیا گیا۔ جماعت کو حوصلہ مند اور استقامت پر قائم رکھنے اور حکومت کی پشت پناہی سے علماء و عوام کے شدید مظالم کا نصرت الٰہی سے آپ نے کامیاب مقابلہ فرمایا جس سے جماعت میں معتد بہ اضافہ تعداد میں اور تبلیغی اور مالی قربانیوں میں ہوا۔

وفات

قریباً سترہ سال تک جماعت کی بہترین قیادت فرمانے کے بعد آپ ۸/۹ جون ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے ۔ اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۸؍دسمبر ۱۹۲۸ء کو ہوئی۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے اور جامعہ احمدیہ ربوہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کرنے کے علاوہ آپ نے قریباً دو سال یورپ میں بھی تعلیم حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد سے لیکر مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے تک حضور نے یکے بعد دیگرے صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ، ناظم وقفِ جدید انجمن احمدیہ اور متعدد دوسرے اہم عہدوں پر فائز رہ کر جماعت کی مثالی خدمات انجام دیں۔ آپ رکن مجلس بھی تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک اعلیٰ پایہ کے مصنف، جادو بیان مقرّر اور بہترین انتظامی صلاحیتوں کے حامل قائد ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مجلس انتخاب خلافت کے ذریعہ ۹؍جون ۱۹۸۲ء کو بحیثیت خلیفۃ المسیح الرابع آپ کا بابرکت انتخاب عمل میں آیا۔ گویا اس وقت آپ کو اس منصب جلیلہ پر فائز ہوئے قریباً ساڑھے چار سال کا عرصہ ہو رہا ہے۔ اس دوران پاکستان میں جماعت

احمدیہ کو علماء اور حکومت کی طرف سے شدید مخالفت اور ظالمانہ پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا جن کے باعث حضور انور اور جماعت کے بہت سے احباب کو ترک وطن کرنے پر مجبور ہونا پڑا مگر حضور کی اولوالعزم قیادت کے طفیل جماعت احمدیہ کو گزشتہ ساڑھے چار سالوں میں جو نمایاں کامیابیاں اور ترقیات حاصل ہوئی ہیں وہ اپنی شان میں بے نظیر ہیں۔ اس وقت حضور انور لنڈن میں فروکش ہیں۔

تائیدات الٰہیہ

اس عرصہ کی تمام تائیداتِ الٰہیہ کا شمار کرنا اس جگہ مشکل ہے۔قرآن مجید کے متعدد زبانوں میں تراجم توسیعِ تبلیغ وتربیت کے پروگرام۔ یورپ۔ کینیڈا۔ امریکہ۔آسٹریلیا وغیرہ ممالک میں احمدیہ مشنوں کے وسیع قطعات کی خرید۔خلافتِ ثالثہ میں اسپین میں ساڑھے سات صد سال کے بعد جو پہلی مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔آپ نے اس کا شاندار افتتاح فرمایا۔آسٹریلیا۔فجی۔سنگاپور اور سری لنکا ممالک میں آپ پہلے خلیفہ ہیں جو تشریف لے گئے۔آپ نے یورپ۔امریکہ اور کینیڈا کے بھی دورے فرمائے۔اب دنیا بھر میں مساجد کا قیام تیزی سے فرما رہے ہیں اور صد سالہ جوبلی ۱۹۸۹ء میں منانے کی کاروائیاں بھی جوبن پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور اس فتح کی صدی میں کامیاب و کامران فرمائے۔ اور تمام شرور سے محفوظ و مامون رکھّے۔آمین